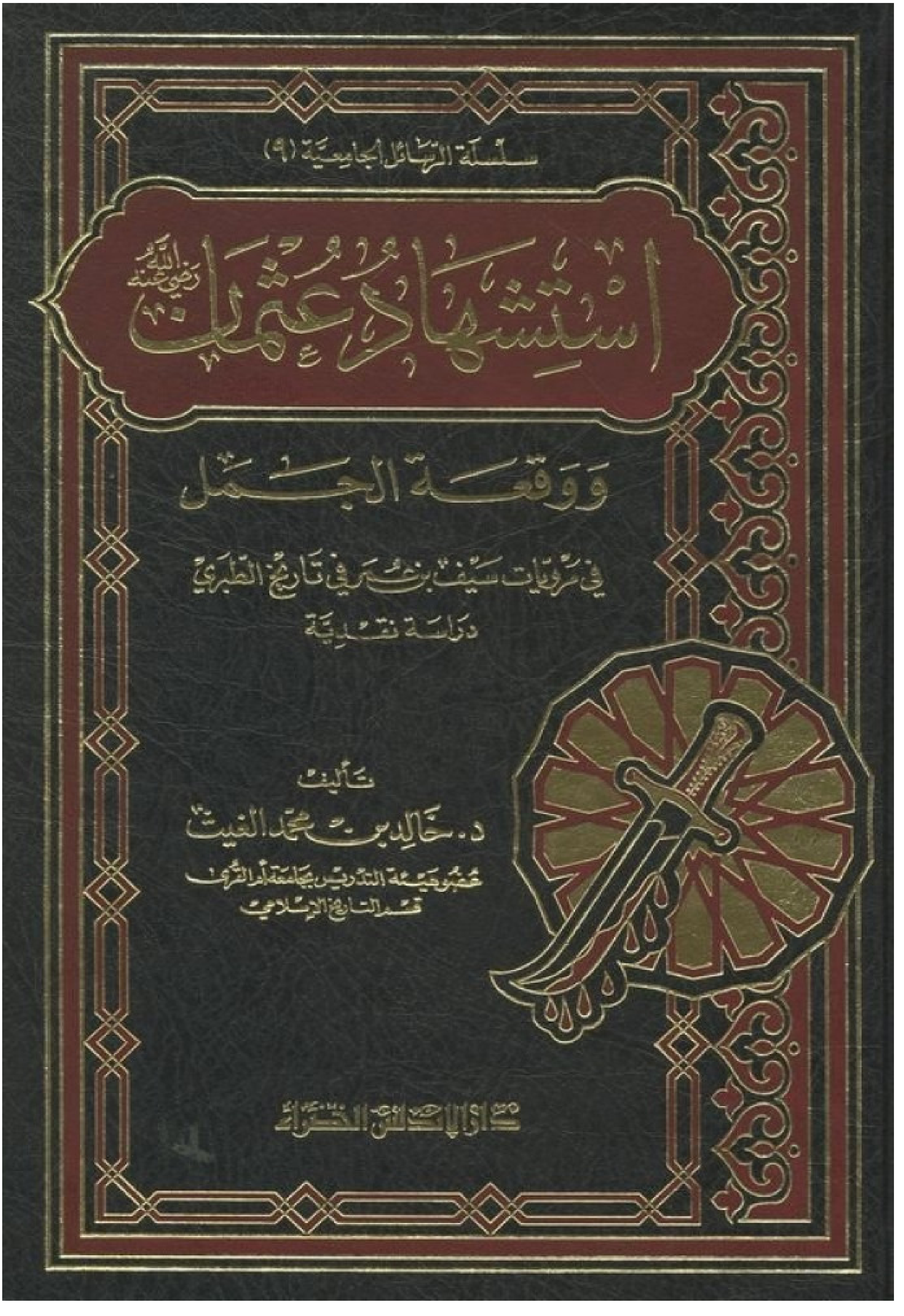

سلسلة الرسائل الجامعية (٩)
استشهاد عثمان رضي الله عنه
ووقعة الجمل
في مرويات سيف بن عمر في تاريخ الطبري
دراسة نقدية
تأليف
د. خالد بن محمد الغيث
عضو هيئة التدريس بجامعة أم القرى
قسم التاريخ الإسلامي
دار الأندلس الخضراء

سلسلة الرسائل الجامعية (جلد اول)

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور واقعہ جمل

تاریخ طبری میں سیف بن عمر کی روایتوں میں تنقیدی مطالعہ

تالیف:
د. خالد بن محمد الغیث
ترجمہ:
ابو مصعب الاثری

عضو هيئة التدريس بجامعة أم القرى
قسم التاريخ الإسلامي

دوسرے ایڈیشن کا تعارف

الحمد لله وحده ، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده .

أما بعد :

یہ مطبوعہ رسالہ استشہاد عثمان رضی اللہ عنہ اور واقعہ جمل کا دوسرا ایڈیشن ہے، پہلے ایڈیشن کے اجراء کے چند مہینوں کے اندر اسے جاری کر دیا گیا، جو کہ اسلامی تاریخ کے اس نازک دور سے متعلق سنجیدہ مطالعات کے لیے معزز قارئین کی قدردانی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور اسلامی تاریخ جس تحریف کا شکار ہوئی وہ یہ ہے کہ اس نے آنے والی نسلوں کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی سے ہٹانے کے لیے کیا۔ جو مکتبِ نبوت سے فارغ التحصیل ہوئے، لیکن (جو شخص علم و بصیرت کے ساتھ قوموں کی سیرت پر نظر ڈالتا ہے، وہ علم یقینی کے ساتھ جانتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر مخلوق ہیں، نہ ہی ان جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کن کن خوبیوں سے نوازا ہے اور یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے منتخب افراد میں سے ہیں، اس قوم کی صدیوں سے جو قوموں میں سب سے بہتر ہیں جو امتوں میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہیں)[1]

یہ ایڈیشن سابقہ ایڈیشن مقابلے میں مزید تحقیق کے ذریعہ سابقہ ایڈیشن سے ممتاز ہے اس ایڈیشن میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق مزید تحقیق کو بیان کیا گیا ہے اور دوسری تحقیق عبداللہ سبا اور **السبایہ** کی اس میں مزید شامل کی گئی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور ہر مسلمان کو قول و فعل میں اخلاص عطا فرمائے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه وسلم .

مع تحيات موقع التاريخ

WWW.ALTAREEKH.COM

---

[1] ابن تیمیہ: الفتاوی 156/3

أبوعبداللہ سیف بن عمر الاسیدی التمیمي کا ترجمہ

سیف بن عمر نام ہے کنیت ابوعبداللہ ہے [1]۔ کسی مصادر میں سیف بن عمر کی تاریخ ولادت سے متعلق تذکرہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی سیف بن عمر کی تاریخ وفات کا تذکرہ ملتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے امام ذہبی سے نقل کیا ہے کہ سیف بن عمر کی وفات ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہوئی ہے۔ اور ہارون الرشید کا دور خلافت ۱۷۰ - ۱۹۳ ہجری تک رہا۔

کچھ سیف بن عمر کو بنی ضبّہ کی جانب منسوب کرتے ہیں [2]، اور کچھ لوگ بني ضبّہ اور بني اسید کی طرف منسوب کرتے ہیں، کچھ لوگ سیف بن عمر کو بني تمیم اور بني أسید کی طرف منسوب کرتے ہیں، کچھ لوگ اسے بني اسید اور بني تمیم کی طرف منسوب کرتے ہیں، کچھ لوگ اسے بني أسید کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

امام ذہبی نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے: سیف بن عمر الضبي الأسیدي، اور اس کو التمیمي البرجمي بھی کہا جاتا ہے، اور السعدي بھی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ ابن حجر نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے: سیف بن عمر التمیمي البرجمي، اور اس کو السعدی اور الضبي بھی کہتے ہیں، اس کو الاسدی بھی کہا جاتا ہے۔

اس کی الضبي کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ سیف بن عمر تمیمي ہے جیسا کہ اس کے شاگرد شعیب بن ابراہیم تمیمي نے تصریح کی ہے۔

سیف بن عمر کا نسب: أبوعبداللہ سیف بن عمر الأسیدي التمیمي ہے۔

سیف بن عمر کا علمی اعتبار سے درجہ دو طرح سے ایک تو سیف بن عمر ایک محدث کے طور پر اور دوسرا درجہ اس کا اخباری ہونے کا ہے۔ پہلے درجے کے مطابق سیف بن عمر اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں۔

اس کا ذکر بسوی نے في من یرغب عن الروایة عنهم میں کیا ہے، سیف بن عمر اور اس کے شیخ سعد الاسکاف کے متعلق کہتے ہیں ان دونوں کی احادیث اور روایات لیس بشيء ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں: سیف بن عمر ضعیف ہے۔

---

[1] نصر بن مزاحم : وقعه صفین 9،5

[2] البسوي فی معرفه والتاریخ 39/3

عقیلی فرماتے ہیں: اس کی متابعت موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس کی روایت کردہ کثیر احادیث کی متابعت موجود ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں: سیف بن عمر پر زندقہ کی تہمت ہے اور وہ حدیث گھڑتا تھا۔

ابن حجر نے ابن حبان کے قول کا ردّ کرتے ہوئے کہا: ابن حبان نے سیف بن عمر کے متعلق یہ بری بات کہی ہے۔

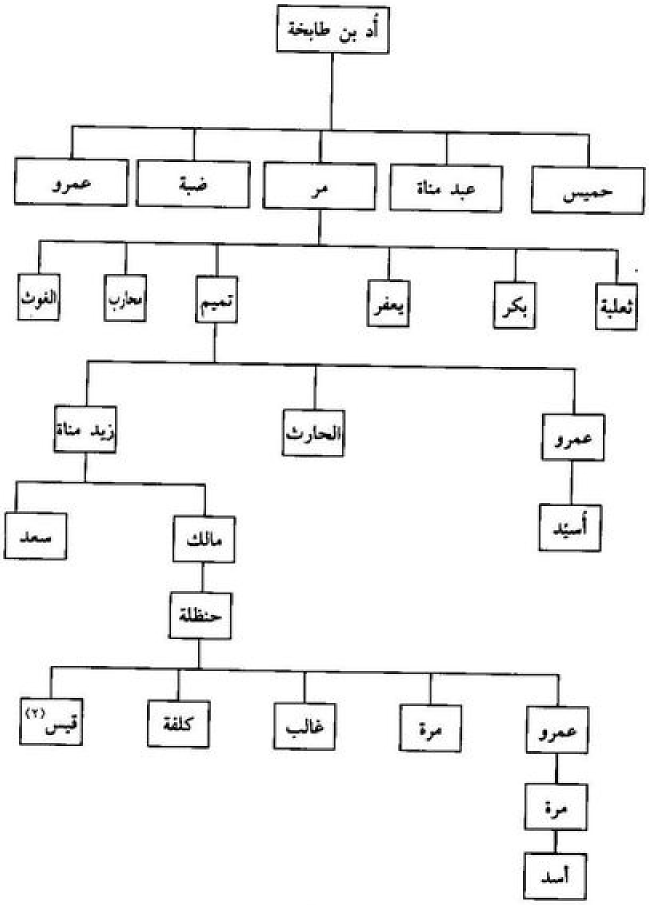
دارقطنی فرماتے ہیں: ضعیف ہے۔

ابن حجر نے سیف المحدث کی سند پر کلام کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا: حدیث میں ضعیف ہے۔

دوسری قسم: سیف بن عمر ایک اخباری کی حیثیت سے ہے:

سیف بن عمر کا تعلق تاریخی خبروں سے ہے جیسا کہ ذہبی اور ابن حجر نے اس کی تعریف کی ہے (اور الذہبی نے اس کے بارے میں کہا ہے: (وہ ایک اخباری تھا جو خبروں کو جانتا تھا) ابن حجر نے سیف بن عمر کے متعلق کہا ہے: ''تاریخ میں عمدہ ہے۔

نسب قبيلة تميم (١)



(١) الجزء المتعلق بنسب سيف بن عمر .
(٢) يدعون البراجم والنسبة إليهم بُرجُمي .
(*) المصادر : الكلبي : جمهرة النسب ؛ ابن حزم : جمهرة أنساب العرب .

فصل اوّل

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سیف بن عمر کی روایتوں کی پیش کرنے کے بعد ان کا جائزہ لینا

1. فتنہ میں کوفہ کا کردار
2. فتنہ بھڑکانے میں عبد اللہ بن سبا کا کردار
3. فتنہ سے نمٹنے میں عثمان رضی اللہ عنہ کا طریقہ
4. شہادت عثمان رضی اللہ عنہ
5. سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت (جلد دوم)

۱ فتنہ میں کوفہ کا کردار

روایت نمبر (۱)[1]

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس روایت کو میری طرف سیف بن عمر نے لکھ کر بھیجا ہے: عن شعیب عن سیف عن محمد وطلحہ دونوں کہتے ہیں: کچھ عرصہ بعد کوفہ کے نوجوان ابن حسیمان خزاعی[2] کے گھر اکٹھے ہو کر آئے اور انہیں تنگ کرنے لگے۔ وہ تلوار لے کر نکلے۔ مگر جب انہوں نے ان کی کثرت دیکھی تو وہ (مدد کے لیے) پکارنے لگے۔ وہ بولے:

''تم خاموش ہو جاؤ تمہیں ایک ہی وار سے اس رات کے خطرہ سے نجات مل جائے گی''

اس وقت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ[3] انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص فریاد کرتا رہا مگر ان (نوجوانوں) نے اسے زدوکوب کر کے مار ڈالا۔ آخر کار عوام نے چاروں طرف سے گھیر کر انہیں گرفتار کر لیا۔ ان (ملزموں) میں زہیر بن جندب ازدی[4]، مورع بن ابی المورع اسدی[5] اور شبیل بن ابی الازدی[6] بھی شامل تھے۔ ان کے برخلاف ابو شریح رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند نے یہ گواہی دی کہ یہ لوگ اس گھر میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے دوسرے لوگوں کو منع کیا مگر بعض افراد نے انہیں قتل کر دیا۔ حاکم کوفہ نے ان کے بارے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا[7]۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وسیع میدان میں محل کے دروازے کے قریب

---

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] - 4 / 271-272.

[2] ابن الحسیمان الخزاعی، شاید یہ صحابی ہیں الحسیمان بن ایاس بن عبداللہ الخزاعی، یوم بدر کے دن جب مشرکین کو شکست ہوئی تو یہ مشرکین مکہ میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلے قدم رکھا جب مشرکین مکہ مسلمانوں سے بدر کے میدان میں شکست کھا کر فرار ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام اچھا تھا۔ [ابن حجر: الاصابہ 2 / 308-309].

[3] ان کا نام خویلد بن عمرو الخزاعی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا، مدینہ میں 68 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ [ابن عبدالبر: الاستیعاب 207/3].

[4] زہیر بن جندب الازدي ان کے ترجمے سے واقفیت حاصل نہ ہو سکی۔

[5] مورع بن مورع الاسدي ان کے ترجمے سے واقفیت حاصل نہ ہو سکی۔

[6] شبیل بن ابی الازدي ان کے ترجمے سے واقفیت حاصل نہ ہو سکی۔

[7] ان کا نام خویلد بن عمرو الخزاعی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا، مدینہ میں 68 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ [ابن عبدالبر: الاستیعاب 207/3].

ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بارے میں عمرو بن عاصم تمیمی[1] (شاعر اپنے اشعار میں یوں کہتا ہے:

- اے شرارت پسندو! تم اپنے پڑوسیوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس طرح ظلم کر کے نہ کھاؤ۔
- تم نے ابن عفان کو آزما لیا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم (فرقان) کے حکم کے مطابق چوروں کا خاتمہ کیا۔
- وہ ہمیشہ کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں جو مسلمانوں کے جسم کے ہر حصہ پر حاوی ہے۔

الطریق الاول:

كتب إليَّ السري ، عن شعيب ، عن سيف .

١- السري بن يحيى بن السري التميمي الكوفي ، قال ابن أبي حاتم : لم يقض لنا السماع منه ، وكتب إلينا بشيء من حديثه ، وكان صدوقاً.

ابن ابی حاتم رازی کہتے ہیں: ہم نے اس سے نہیں سنا، اور جو کچھ السری بن یحیی السری التمیمی الکوفی ہماری طرف لکھ کر بات بھیجی ہے، اس میں وہ سچا ہے[2]۔

❀❀❀

روایت نمبر: (٢)[3]

محمد اور طلحہ دونوں روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو جزیرہ[4] کے عربوں کا حاکم مقرر کیا۔ وہ وہاں جا کر بنوتغلب کی بستی میں مقیم ہوئے۔ ابوزبید[5] (شاعر) بھی دورِ جاہلیت اور اسلامی دور میں بنوتغلب کے

---

[1] ان کا نام خویلد بن عمرو الخزاعی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں، فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا، مدینہ میں 68 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ [ابن عبدالبر: الاستیعاب 207/3].

[2] الرازي : الجرح والتعديل 285/4

[3] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] -273/4

[4] یہ ایک علاقہ ہے جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے شام کے طریق پر، وہاں قبیلہ مضر اور قبیلہ بکر گھر ہیں، ان میں سے کچھ آج سوریہ (شام) میں ہیں، اور کچھ ترکی میں ہیں، اور کچھ عراق میں ہیں. [یاقوت الحموی: معجم البلدان 134/2، صلاح الدین المنجد: معجم أماکن الفتوح 706)

[5] اس کا نام حرملہ بن منذر الطائی ہے، شاعر مخضرم ہے، المعمرین میں سے ہے، عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس وفد کے ساتھ حاضر ہوا تھا اور معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے تک باقی رہا. [ابن حجر: الاصابہ 153/11].

ہاں اقامت پذیر رہا۔ مسلمان ہونے تک وہ اسی قبیلے کے لوگوں میں رہتا۔ کیونکہ قبیلہ تغلب اس کا ننہال تھا۔ اس قبیلہ نے اسے قرض خواہی میں بہت تنگ کیا تو ولید نے اس کا حق ادا کیا جس کا ابوزبید نے بہت شکریہ ادا کیا اور ولید کے پاس ہی رہنے لگا اور مدینہ بھی ولید کے ساتھ گیا۔ جب ولید رضی اللہ عنہ کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے تو وہاں بھی اس نے اس کے پاس اسی طرح آمدورفت رکھی جس طرح مدینہ اور جزیرہ میں اس کی آمدورفت تھی۔ آخر کار وہ (کوفہ کے) مہمان خانے میں رہنے لگا[1]۔ اس سے پہلے وہ آکر لوٹ جاتا تھا[2]۔ ابوزبید نصرانی تھا تاہم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ترغیب سے وہ ولید کے آخری دورِ حکومت میں مسلمان ہو گیا۔ اور اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ وہ عرب تھا اور نہایت عمدہ شاعر تھا اس لیے ولید نے اسے اپنے گھر میں ٹھہرالیا۔ دوسری طرف ابوزینب[3]، ابومواع[4] اور جندب[5] اس کے کینہ ور دشمن ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان کے فرزند (پوسٹ نمبر ۱) میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جاسوس اور مخبر لگا رکھے تھے چنانچہ (ایک دن) ایک شخص ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: ''کیا آپ لوگ ولید (کو دیکھیں گے) وہ ابوزبیدہ کے ساتھ شراب پی رہا ہے''۔ یہ بات سن کر وہ بھڑک اٹھے اور ابو زینب، ابومواع اور جندب جا کر کوفہ کے لوگوں سے کہنے لگے: ''تم اپنے امیر کا حال دیکھو، ابوزبیدہ اس کا بہترین مصاحب بنا ہوا ہے اور وہ دونوں شراب نوشی میں مشغول ہیں''۔ یہ لوگ ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ولید کا گھر رحبہ میں عمارۃ بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ مسجد کی طرف سے وہاں گھس گئے۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جب اچانک انہیں دیکھا تو انہوں نے کوئی چیز تخت کے نیچے چھپا دی۔ کسی شخص نے اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسے نکال لیا تو وہ ایک طباق تھا جس میں انگور کے دانے تھے۔ انہوں نے اسے اس لیے چھپایا تھا کہ اس بات پر ندامت تھی کہ لوگ یہ دیکھیں گے کہ طباق میں انگور کے دانوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ یہ حالت دیکھ کر لوگ گھر سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ دوسرے لوگوں نے جب یہ بات سنی تو وہ آکر انہیں سب وشتم (گالی گلوچ) کرنے لگے اور ان پر لعنت بھیجنے لگے۔ ''ان لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے ''۔ اس کے بعد لوگ اس معاملے پر بحث مباحثہ کرتے رہے (ولید کو اس بحث کی خبر ہو گئی مگر) اس نے اس بات کو پوشیدہ رکھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ لوگوں کی اس گفتگو میں مداخلت بھی نہیں کی اور اس

---

[1] في تاريخ ابن عساكر (وتلك آخر قدمه ... 880/17) .

[2] ينتجعه : يأتيه طلبا لمعروفه. اس سے مراد ہے ابوزبید ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس لیے آتا تھا تاکہ اس سے بخشش کا طالب ہو۔ [الرازي : مختار الصحاح 270)

[3] اسمه زهير بن عوف بن الحارث الأزدي ، قتل في صفين . اس کا نام زہیر بن عوف بن حارث ازدی ہے ، صفین میں قتل ہوا ۔ [ابن حزم : جمہرہ أنساب العرب 378)

[4] أبو مورع الأسدي : نزيل الكوفة ، من الذين سعوا في عزل الوليد بن عقبة .ابومورع الآسدي: کوفہ میں آیا تھا، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرانے کے لیے کوشش کی تھی [الطبري: التاریخ 276/4).

[5] یہ جندب بن کعب بن عبداللہ بن غنم ازدی ہیں، جنہوں نے جادوگر کو قتل کیا تھا، ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، یہ مرسل روایات کرتے ہیں، 50 ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ ابن حبان: الثقات 110/4، المزی: تہذیب الکمال 206/1 ذہبی: تجرید الصحابہ 91/1۔

بات کو پسند نہیں کیا کہ وہ لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کرے اس لیے وہ خاموشی کے ساتھ ان باتوں پر صبر کرتا رہا۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۳)[۱]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ سَيْفٍ، عن الغصن بن الْقَاسِم، عن عون بن عَبْدِ اللَّهِ : کہتے ہیں کہ جندب اور ان کے ساتھی، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ''ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ شراب نوشی میں مشغول تھا'' انہوں نے اس خبر کو اس قدر پھیلایا کہ یہ زبان زد عام ہوگئی۔ اس پر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ہم سے کوئی (عیب) پوشیدہ رکھے تو ہم اس کی کوئی ٹوہ نہیں لگائیں گے اور اس کی پردہ دری نہیں کریں گے''۔ یہ سن کر ولید رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو ولید رضی اللہ عنہ ان کو برا بھلا کہا اور یہ پوچھا: ''کیا تمہارے جیسا شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ کینہ ور افراد کو ایسا جواب دے جیسا کہ تم نے جواب دیا ہے۔ میں نے کسی کو چھپا رکھا ہے یہ جواب تو مشتبہ شخص کے بارے میں دیا جاتا ہے''۔ اس پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا بہت جھگڑا ہوا اور صرف غیظ وغضب کا اظہار کرنے کے بعد دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۴)[۲]

وَكَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عن سيف، عَنْ مُحَمَّدٍ وَطَلْحَةَ : محمد اور طلحہ بیان کرتے ہیں: ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جادوگر کو لایا گیا تو انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ ان سے جادوگر کے خلاف حد شرعی معلوم کریں۔

---

[۱] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] 275-274/4.

[۲] (كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] 375-376/4.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہیں کس نے بتایا ہے کہ یہ جادوگر ہے؟''

ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اسے لے کر آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ جادوگر ہے''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ جادوگر ہے؟''

وہ بولے: ''یہ خود اس کا اقرار کرتا ہے''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم جادوگر ہو؟''

وہ بولا: ''ہاں''

آپ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ جادو کیا ہے؟''

وہ بولا: ''ہاں!''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو جادو کیا ہے؟''

وہ بولا: ہاں! یہ کہہ کر وہ ایک گدھے کی طرف بڑھا اور اس کی دم کی طرف سے سوار ہونے لگا اور لوگوں کو دکھانے لگا کہ وہ اس کے منہ سے اور اس کے سر سے نکل رہا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''تم اسے قتل کر دو''۔

''اس کے بعد ولید رضی اللہ عنہ چلے گئے لوگوں نے مسجد میں یہ اعلان کرایا کہ ایک شخص ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جادو کے کھیل دکھا رہا ہے۔ اس طرح لوگ وہاں پہنچے اور جندب بھی اس موقع کو غنیمت جان کر وہاں پہنچے اور کہنے لگے وہ کہاں ہے تا کہ میں اسے دیکھوں ''

آخر کار سیدنا عبداللہ بن مسعود اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اس جادوگر کو مقید رکھا جائے تا کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھ سکیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اس سے حلف اٹھایا جائے۔ آخر کار انہوں نے اسے تعزیر دے کر چھوڑ دیا[1] اور لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے خیالات کے مطابق خود عمل نہ کریں اور حاکم کے بغیر حدود شرعیہ قائم نہ کریں کیونکہ خطا کار کو قید کرنے اور اسے تادیب کا حق حاکم کو حاصل ہے۔

[1] تعزیر: یہ ایک تادیب کے طور پر ہے ہر نافرمانی پر اس میں نہ کوئی حد ہوتی ہے نہ ہی کسی قسم کا کوئی کفارۃ ہوتا ہے [شمس الدین بن قدامۃ : الشرح الکبیر 374/10

جندب کے ساتھی اسے ورغلاتے رہے۔ آخر کار وہ مدینہ پہنچ گئے۔ ان میں ابوخشہ غفاری[1]، جثامہ بن صعب بن جثامہ[2] اور جندب شامل تھے۔ انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی درخواست کی۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم بدگمانی پر عمل کرتے ہو اور مسلمانوں میں غلط باتیں پھیلاتے ہو اور اجازت کے بغیر آجاتے ہو تم واپس جاؤ''۔

اس طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس بھیج دیا۔

جب وہ کوفہ واپس آئے تو تمام مخالفین ان کے پاس پہنچے انہوں نے ایک سازش تیار کی اور اس کے مطابق عمل کیا۔ ولید رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی دربان نہیں تھا اور نہ کوئی حجاب حائل تھا اس لیے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو نیند میں غافل پا کر ابو زینب ازدی اور ابومواع اسدی ان کے گھر میں گھس گئے اور ان کی انگوٹھی اتار لی۔ پھر وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان دونوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف شہادت دی ان کے ساتھ ان کے مددگار ملازمین بھی تھے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ جب وہ آئے (اور شہادتیں لی گئیں) تو اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

وہ بولے: ''اے امیر المومنین! یہ دونوں مخالف دشمن ہیں''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہیں اس بات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم اس کے مطابق عمل کرتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو ظلم کرے گا اللہ اس سے انتقام لے گا جو مظلوم ہوگا اللہ اس کو جزاء دے گا''۔

❀❀❀

[1] ابوخشہ الغفاري، کوفہ میں آئے تھے، یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کروانے میں کوشش کی تھی۔ [الطبري:275/4].

[2] جثامہ بن الصعب بن جثامہ، کنیت ابومصعب ہے، نزیل کوفہ (کوفہ میں آئے تھے)، یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو معزول کروانے میں کوشش کی تھی۔ [الطبري:275/4].

روایت نمبر: (۵)[1]

محمد اور طلحہ کی روایت ہے کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ خلافت عثمانی کے ساتویں سال کوفہ میں حاکم بن کر آئے وہ عاص بن امیہ کی یادگار تھے۔ جب اللہ نے شام کو فتح کرایا تو وہ شام چلے گئے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ سعید بن العاص یتیم تھے انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قریش کے افراد کو یاد کیا اور ان کے بارے میں اطلاع حاصل کرتے ہوئے انہوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا: ''اے امیر المومنین وہ دمشق میں ہیں'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا ''تم سعید بن العاص کو بھیج دو'' انہوں نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ وہ بیمار تھے مگر مدینہ پہنچ کر تندرست ہو گئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے میرے بھتیجے! مجھے تمہاری قابلیت اور صلاحیت کی خبریں ملی ہیں۔ تم اپنی صلاحیتوں کو ترقی دو۔ اللہ تمہیں ترقی دے گا''۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا تمہاری کوئی بیوی ہے؟'' بولے: ''نہیں'' اس پر آپ نے فرمایا: اے ابوعمرو! تم نے اس جوان کا نکاح کیوں نہیں کرایا؟'' وہ بولے: ''میں نے انہیں اس کی پیشکش کی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا''۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دفعہ سعید جنگل میں جا رہے تھے کہ وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچے وہاں انہیں چار خواتین ملیں وہ انہیں دیکھ کر کھڑی ہو گئیں انہوں نے پوچھا ''تم کون ہو اور کس حال میں ہو؟'' وہ بولیں ''ہم سفیان بن عویف کی بیٹیاں ہیں'' ان کے ساتھ ان کی والدہ بھی تھیں۔ ان کی والدہ نے کہا: ''ہمارے والدہ نے کہا: ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور جب مرد ہلاک ہو جائیں تو ان کی خواتین بھی بے کس اور لاچار رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا آپ ان عورتوں کا ان کے ہم پلہ خاندان میں نکاح کرا دیں'' اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ دوسری لڑکی سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا اور تیسری لڑکی کو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

اس کے بعد مسعود بن نعیم نہشلی کی بیٹیاں آئیں اور انہوں نے بھی یہی کہا: ''ہمارے مرد ہلاک ہو گئے ہیں اور بچے باقی رہ گئے ہیں تم ہمیں اپنے خاندان میں قبول کر لو''۔

---

[1] كتاب تاريخ الطبرى = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبرى [الطبرى، أبو جعفر 278-280/4].

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ میں ایک حاکم اور امیر کی حیثیت سے آئے۔ اشتر[1]، ابوخشہ غفاری، جندب بن عبداللہ اور ابومصعب بن جثامہ مکہ یا مدینہ سے ان کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ان کی شکایت کرنے کے لیے گئے تھے ان کے ساتھ (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ) واپس آئے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ آتے ہی منبر پر چڑھے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں بادل نخواستہ اور زبردستی یہاں آیا ہوں۔ مگر میں مجبور تھا اس لیے کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں تعمیل حکم کروں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (یہاں) فتنہ وفساد نے[2] اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس کا قلع قمع کر کے رہوں گا یا اپنی عاجزی کا اعلان کروں گا اور آج ہی سے اس کے لیے کوشش شروع کر دوں گا''۔

یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے پھر انہوں نے اہل کوفہ کے بارے میں تحقیقات کیں اور ان کے حالات سے مطلع ہوئے۔ آخر کار انہوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بذریعہ تحریر یوں مطلع فرمایا:

''اہل کوفہ کے معاملات خراب ہو گئے ہیں۔ قدیم اور شریف خاندان مغلوب ہو گئے ہیں بعد کے آئے ہوئے لوگ اور اعراب یہاں کے معاملات پر غالب ہو گئے ہیں یہاں تک کہ شریفوں اور بہادر اشخاص کو کوئی نہیں پوچھتا ہے''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''تم قدیم اور سابقہ خدمات کے ان لوگوں کو ترجیح دو جن کے ہاتھوں پر اللہ نے یہ ملک فتح کرایا ہے جو ان کی بدولت یہاں مقیم ہوئے ہیں۔ انہیں ان کا تابع قرار دو بجز اس صورت کے کہ وہ (اصلی فاتحین) حق وصداقت کے کاموں کے انجام دینے میں سستی کریں اور انہیں انجام نہ دے سکیں اور دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے ہوں''۔ تم ہر ایک کی حیثیت اور مرتبہ کا خیال رکھو اور ہر ایک کے حق کا درجہ بدرجہ خیال رکھو کیونکہ مردم شناسی کے ذریعہ عدل وانصاف قائم ہوتا ہے۔

(اس ہدایت کے مطابق) سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان معزز حضرات کو بلوایا جنہوں نے اسلامی جنگوں اور بالخصوص جنگ قادسیہ میں حصہ لیا تھا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''تم اپنی قوم کی شکل وصورت (چہرہ) ہو اور چہرے کے ذریعہ (قوم کے جسم) کا پتہ چلتا ہے۔ تم ہمیں ضرورت

---

[1] یہ مالک بن حارث نخعی ہیں، ان کا لقب اشتر ہے، مخضرم ہیں، کوفہ میں مقیم ہوئے تھے، یرموک وغیرہ کی جنگوں کے بعد، ان کو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کی ولایت پر مامور کیا تھا، مصر میں داخل ہونے سے قبل ان کی وفات ہو گئی تھی (37ھ) میں ان کی حدیث کو امام نسائی نے نکالا ہے۔ (ابن حجر: التقريب: 516).

[2] خطمها: انفها. [الفيروز آبادى: القاموس المحيط 1426].

مند کی ضرورتوں سے مطلع کرو اور محتاجوں کی حاجتیں پیش کرو۔ میں ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کروں گا جو بعد میں آ کر مقیم ہوئے ہیں''۔

(اس تقریر کے بعد) ایسا معلوم ہوا کہ کوفہ خشک (پودا) تھا جس میں آگ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد مختلف اقسام کی افواہیں اور چہ میگوئیاں ہونے لگیں تا آنکہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس صورت حال سے مطلع کیا۔

اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا: ''نماز میں سب جمع ہو جائیں'' چنانچہ جب سب جمع ہو گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ان تمام باتوں سے مطلع کیا جو سعید رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے بارے میں تحریر کی تھیں۔ نیز وہ باتیں بھی بتائیں جن کا وہاں عام چرچا ہوا ہے۔ عام مسلمانوں نے کہا:

''آپ کا طریقہ عمل صحیح ہے۔ آپ اس بارے میں ان کی تائید نہ کریں اور نہ انہیں ایسی توقعات دلائیں جن کے وہ اہل نہیں۔ کیونکہ جب نا اہل اور غیر مستحق لوگ اپنے کام انجام دینے کی کوشش کریں گے تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ بلکہ وہ کام کو خراب کر دیں گے''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اہل مدینہ! تم تیار ہو جاؤ اور متحد ہو جاؤ۔ کیونکہ فتنہ و فساد کا آغاز ہو گیا''۔ یہ کہہ کر وہ (منبر سے) اتر آئے اور اپنے گھر چلے گئے۔

ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (گفتگو اور تقریروں میں) لوگوں کے سامنے کوئی نہ کوئی ایک یا دو شعر سے لے کر پانچ اشعار تمثیلاً پڑھتے تھے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (٦)[1]

كَتَبَ إلي السري، عن شعيب، عن سيف، عن سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجُمَحِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فرماتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے فرمایا:

''اے اہل مدینہ لوگ فتنوں میں مبتلا ہو رہے ہیں واللہ! میں تمہارے مال و جائداد کو تمہارے پاس منتقل کر سکتا ہوں بشرطیکہ یہ تمہارے رائے ہو۔ کیا تم پسند کرو گے کہ جو اہل عراق کے ساتھ فتوحات میں شریک ہوا ہو، وہ اپنے ساز

[1] كتاب تاريخ الطبرى = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبرى [الطبرى، أبو جعفر4 / 280-281].

وسامان کے ساتھ اپنے وطن میں مقیم ہو جائے''۔

اس پر اہل مدینہ کھڑے ہو کر کہنے لگے:

''اے امیر المومنین! آپ ہمارے مال غنیمت کی اراضی کو کیسے منتقل کر سکیں گے؟''۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم ان اراضی کو کسی کے ہاتھ حجاز کی اراضی کے بدلے فروخت کر سکتے ہیں''۔

اس پر وہ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے لیے ایسا راستہ کھول دیا جو ان کے خیال وگمان میں نہیں تھا۔ چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اللہ نے ان کی مشکل حل کر دی تھی۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۷)[1]

وَكَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ سَيْفٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ وَطَلْحَة مثل ذَلِكَ، إلا أنهما قَالا:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اسلامی ممالک میں ایک حکم نامہ جاری کر دیا تھا۔ مال غنیمت کی وہ اراضی جس کے شہر والے طلب گار تھے۔ وہ قیصر وکسری اور ان کے لواحقین کی اراضی تھیں جنہیں اہل مدینہ نے اپنے حصوں کے مطابق حاصل کیا اور اس میں اپنی حجاز، مکہ، یمن اور حضرموت، کی جائداد کی فروخت کے معاوضہ میں اضافہ کرتے رہے اور یہ ان لوگوں کو دی گئی تھیں جو اہل مدینہ میں سے ان فتوحات میں شریک تھے۔ اس طرح باہم رضامندی سے اس قسم کے تبادلہ کی اجازت دے دی گئی تھی۔

وہ لوگ جو پہلے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں مسلمان ہوئے انہیں قدیم مسلمانوں جیسے حقوق حاصل نہیں تھے۔ صحابہ اور قدیم مسلمانوں کو مجالس اور دیگر مراتب میں برتری حاصل ہوتی تھی مگر یہ لوگ اس فضیلت کے جتانے کو ناپسند فرماتے تھے اور اسے خلاف تہذیب سمجھتے تھے اور اس کا اظہار کبھی نہیں کرتے تھے بلکہ اسے پوشیدہ رکھتے تھے۔

❀❀❀

[1] كتاب تاريخ الطبرى = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبرى [الطبرى، أبو جعفر4 / 280].

روایت نمبر: (۸)[1]

اختلف أهل السير فِي ذَلِكَ، فأما سَيْفٌ فَإِنَّهُ ذَكَرَ فِيمَا كَتَبَ بِهِ إِلَيَّ السَّرِيُّ عَنْ شُعَيْبٍ عَنْهُ، عَنْ مُحَمَّدٍ وَطَلْحَةَ، قَالا:

(۱) اس سال سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بعض اہل کوفہ کو شام کی طرف بھیجا اس کے بارے میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ سیف کی روایت یہ ہے کہ سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی خلوتِ خاص میں قدیم۔ مجاہدین قادسیہ، قراء اہل البصرہ[2] اور معزز[3] حضرات ہی شریک ہوا کرتے تھے یہ ان کی خاص مجلس ہوتی تھی۔ وہ دربار عام کرتے تھے تو اس وقت ہر ایک وہاں آ سکتا تھا۔

ایک دن ان کی عام مجلس میں کچھ لوگ باتیں کر رہے تھے ایک شخص خنیس[4] نامی نے کہا:

''طلحہ بن عبید اللہ کتنے فیاض ہیں''

اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جس شخص کے پاس نشاستج[5] جیسی جائیدادیں ہوں گی وہ ضرور بہت سخی اور فیاض ہوگا۔ واللہ اگر میرے پاس ان کی جیسی اراضی ہوتیں تو اللہ تمہیں بہت خوشحالی کے ساتھ زندگی عطا کرتا''۔

اس پر خنیس کا نوجوان فرزند عبد الرحمن بن خنیس[6] بول اٹھا:

''واللہ! میری خواہش یہ ہے کہ ملطاط[7] کا علاقہ آپ کے پاس ہوتا''۔

اس سے مراد خاندان کسری کی وہ اراضی تھیں جو کوفہ کے قریب دریائے فرات کے کنارے پر تھیں[8]۔

---

[1] كتاب تاريخ الطبرى = تاريخ الرسل والملوک، وصله تاريخ الطبرى [الطبرى، أبو جعفر 4 / 322-317].

[2] الکامل فی التاریخ لابن الاثیر 138/3 (کوفہ کے قرآن کے قاری حضرات).

[3] السمت سے مراد اہل خیر کی جماعت ہے۔ [الفيروز آبادي: القاموس المحیط 197].

[4] خنیس بن فلاں الاسدي، یہ شخص سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کے پیغام لے کر جاتا تھا یہ وہی شخص ہے جس نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدائن کی فتح کی خوشخبری دی تھی۔ [الطبری: التاریخ 22/4].

[5] زمین یا کوفہ میں نہر مراد ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 285/5].

[6] عبد الرحمن بن خنیس الاسدی، اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، کوفہ میں سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پولیس والا تھا۔ [ابن سعد: طبقات 209/6، الطبری: التاریخ 323/4].

[7] الملطاط: کوفہ میں واقع نہر فرات کا ساحل۔ [یاقوت: معجم البلدان 192/5].

[8] السواد: جنوب میں نہر دجلہ اور فرات کے درمیان میں واقع علاقہ علی الاطلاق مراد ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 272/3].

دوسرے لوگ (بھڑک اٹھے اور) کہنے لگے:

''اللہ تمہارا منہ توڑے''

واللہ! ہم تمہاری (اس بات کے کہنے پر زدوکوب سے) خبر لیں گے۔ (اس کا باپ) خنیس بولا:

''بچہ ہے اسے معاف کر دو''۔

وہ بولے: ''یہ ہمارے علاقے کی اراضی انہیں دینا چاہتا ہے''۔

وہ بولا: ''وہ آپ لوگوں کے لیے بھی دوگنی اراضی کی تمنا کرتا ہے''۔

وہ بولے: ''نہ ہمارے لیے چاہتا ہے اور نہ ان کے لیے چاہتا ہے''

وہ بولا: ''پھر تمہیں کیا ہو گیا''۔

وہ بولے: ''واللہ! تم نے اسے یہ بات کہنے کا حکم دیا ہے''۔

بعد ازاں اشتر، ابن ذی الحبکہ، جندب، صعصعہ [1]، ابن الکواء [2] اور کمیل بن زیاد اور عمیر ضابی بھڑک اٹھے۔ انہوں نے اس نوجوان کو دبوچ لیا۔ اس کا باپ منع کرنے کے لیے گیا تو ان سب لوگوں نے ان دونوں کو اتنا مارا کہ وہ دونوں بیہوش ہو گئے اس وقت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ انہیں بہت منع کر رہے تھے مگر وہ نہ مانے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ان دونوں کو خوب مارا اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لی۔

جب قبیلہ اسد کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر محل کو گھیر لیا اور ان میں طلیحہ [3] بھی تھے۔ دوسرے قبائل نے آ کر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے پناہ لینے کی درخواست کی اور کہا:

''آپ ہمیں ان سے بچایئے''۔

---

[1] صعصعہ بن صوحان العبدی، کوفہ آئے تھے، تابعی کبیر ہیں، مخضرم ہیں، فصیح اللسان اور ثقہ ہیں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا ان کی حدیث ابو داؤد اور نسائی میں موجود ہے۔ [ابن حجر: التقریب 276].

[2] عبداللہ بن الکواء الیشکری، وہ کوفہ سے شام تک نکالے گئے لوگوں میں سے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ صفین میں شرکت کی پھر ان پر خروج کیا یعنی خارجیوں میں سے ہو گئے تھے لیکن بعد میں رجوع کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کر لی۔ [الطبری: 63/5، 369/4].

[3] طلیحہ بن خویلد الاسدی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے، پھر ارتداد سے توبہ کی اور قادسیہ کی جنگ میں حاضر ہوئے فأبلى فيها بلاء حسنا، سیف واحد شخص ہے اس کا یہ انفراد ہے جس نے اس دور تک طلیحہ کے زندہ رہنے کا تذکرہ ان مصادر کے درمیان میں کیا تھا جن پر وہ واقف ہوا تھا اور اسے ملے تھے۔

(۲) اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نکل کر لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے: ''کچھ لوگوں کا جھگڑا ہوا تھا اور اب اللہ نے امن و عافیت عطا کی ہے''۔ اس کے بعد لوگ بیٹھ گئے اور گفتگو میں مشغول ہو گئے اور پھر واپس چلے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد جب دونوں افراد ہوش میں آ گئے تو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''تم میں سے کون زندہ ہے''۔ وہ بولے: ''آپ کے مصاحب ہمیں قتل کرنے والے تھے''۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! وہ میرے پاس اب کبھی نہیں آئیں گے۔ تم دونوں اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو، اور لوگوں کے پاس جانے کی جرأت نہ کرو''۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔

جب ان لوگوں کے (شر و فساد کی) توقعات [1] پوری نہیں ہو سکیں تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اس قدر افواہیں پھیلانے لگے کہ اہل کوفہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے:

''یہ تمہارا خلیفہ موجود ہے انہوں نے مجھے (ان کے بارے میں) کوئی قدم اٹھانے سے منع کر رکھا ہے۔ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ خلیفہ سے سلسلہ جنبانی کرے''۔

(۳) چنانچہ کوفہ کے معززین اور نیک افراد نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا:

''کہ وہ ان لوگوں کو کوفہ سے نکال دیں''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا: ''اگر تمہارے معزز سردار اس پر متفق ہوں تو انہیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو''۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو نکال دیا اور وہ ذلیل و مطیع ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ یہ لوگ دس سے کچھ زیادہ افراد تھے انہوں نے اس کی اطلاع سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دی اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر کیا:

''اہل کوفہ نے چند افراد کو جنہوں نے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا، نکال کر بھیجا ہے تم ان سے محتاط رہو اور ان کی نگرانی رکھو۔ اگر تم محسوس کرو کہ وہ درست اور اصلاح پذیر ہو گئے ہیں تو تم ان سے اچھا سلوک کرو۔ اور اگر وہ تمہیں عاجز کر دیں تو انہیں لوٹا دو''۔

چنانچہ جب وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کا خیر مقدم کیا اور انہیں کنیسہ مریم میں ٹھہرایا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق عراق میں جو وظائف ان کو دیئے جا رہے تھے۔ وہی وظائف ان کے لیے وہاں بھی مقرر کیے۔ نیز صبح و شام انہی کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے تھے۔ ایک دن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے

[1] اس سے مراد سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس کے لوگ ہیں۔

ان کے سامنے یہ گفتگو کی۔

''تم لوگ عرب قوم میں سے ہو۔ تم نے اسلام کے ذریعہ عزت حاصل کی اور اسی کی بدولت دوسری قوموں پر غالب آئے اور ان کے مراتب و میراث پر قبضہ کیا۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم قریش سے ناراض ہو۔ اگر قریش کا قبیلہ نہ ہوتا تو تم اسی طرح ذلیل و خوار رہتے جیسا کہ تم پہلے تھے۔ تمہارے حکام تمہارے لیے آج تک ڈھال[1] بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے تم اپنی ڈھال سے الگ نہ رہو۔ تمہارے حکام آج کل تمہاری زیادتیوں پر صبر کر رہے ہیں اور تمہاری تکالیف کو برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم (اپنی حرکتوں سے) باز آجاؤ ورنہ اللہ تمہارے اوپر وہ حاکم مسلط کر دے گا جو تم پر ظلم و ستم کرے گا اور اسے صبر و تحمل کا کوئی خیال نہیں ہوگا اس طرح تم اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد دونوں حالتوں میں رعایا پر مظالم کرنے میں ان لوگوں کے شریک کار اور ذمہ دار سمجھے جاؤ گے۔

④ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: ''آپ نے قریش کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر قریش کا قبیلہ عرب کا اکثر حصہ نہیں ہے اور نہ وہ دورِ جاہلیت میں سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا کہ آپ ہمیں اس سے خوفزدہ کریں۔ آپ نے ڈھال کا ذکر کیا ہے تو ڈھال جب لوٹ جائے گی تو ہمارے لیے میدان خالی ہو جائے گا''۔

⑤ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیوقوفی نے تمہیں یہ باتیں کہنے پر آمادہ کیا ہے تم اس گروہ کے خطیب (اور نمائندہ) ہو مگر مجھے تمہارے اندر بھی عقل نظر نہیں آتی۔ میں تم پر اسلام کے دور کی اہمیت واضح کر رہا ہوں اور اس دور کا ذکر کر رہا ہوں۔ مگر تم دور جاہلیت کی باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہیں نصیحت کی ہے مگر تم اپنی کم عقلی کی بنا پر ڈھال لوٹنے کی باتیں کر رہے ہو۔ اللہ ان لوگوں کو رسوا کرے جنہوں نے تمہارے معاملات کو اہمیت دی اور انہیں تمہارے خلیفہ کے سامنے پیش کیا''۔

تم بات کو سمجھو۔ میرے خیال میں تم اس بات کو نہیں سمجھ سکے ہو کہ قریش کو دور جاہلیت اور اسلامی دور میں محض اللہ بزرگ و برتر کی بدولت عزت حاصل ہوئی ہے۔ بلاشک و شبہ قریش کا قبیلہ اکثریت میں نہیں تھا اور نہ سب سے زیادہ طاقتور تھا تاہم وہ حسب و نسب میں سب سے زیادہ شریف اور عزت والا تھا۔ اس کا مرتبہ سب سے بلند تھا اور شرافت و مروت میں وہ کامل ترین تھے۔ دور جاہلیت میں جب کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو کھائے جا رہا تھا وہ اللہ کی مہربانی کی بدولت (بدامنی اور خانہ جنگی سے) محفوظ رہے۔ کیونکہ اللہ جسے عزت بخشتا ہے اسے ذلیل نہیں کرتا ہے۔ اور جسے سربلند کرتا ہے اسے کمتر نہیں بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پرامن حرم کعبہ میں آباد کیا جہاں چاروں طرف سے لوگ زیارت کے لیے آتے تھے۔ کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اس زمانے میں کوئی عرب ہو یا عجم، کالا ہو یا گورا ہر قوم پر کسی اجنبی ملک نے ضرور حملہ کیا اور اس کے ملک کی عزت و حرمت کو نقصان پہنچایا۔ مگر قریش کی قوم ان آفات سے محفوظ رہی۔ جس کسی نے اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کا سر نیچا کیا۔

---

[1] جنۃ: ہر وہ چیز جو انسان کی حفاظت کرتی ہے اور اسے ڈھانپتی ہے وہ ڈھال/ جنۃ ہے۔ [ابن منظور: لسان العرب 94/13].

پھر اللہ نے چاہا کہ وہ ان لوگوں کو جنہیں اللہ نے عزت بخشی ہے، دنیا کی ذلت اور آخرت کے برے انجام سے نجات دلائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنی بہترین شخصیت کا انتخاب کیا پھر ان (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے ساتھیوں کا انتخاب کیا چنانچہ ان کے بہترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قریش میں سے تھے پھر انہوں نے اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی اور اس خلیفہ (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کو مقرر کیا گیا۔ اور یہی ان کے لیے زیادہ موزوں تھے۔

اللہ نے قبیلہ قریش کو دور جاہلیت میں جب وہ اس کے منکر تھے محفوظ وسالم رکھا تو کیا وہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے ان کی حفاظت نہیں کرے گا؟ دورِ جاہلیت میں اللہ نے انہیں ان بادشاہوں سے محفوظ رکھا جو تم لوگوں پر بھی غالب آگئے تھے تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر افسوس ہے کاش تمہارے علاوہ اور کوئی گفتگو کرتا مگر تمہیں نے آغاز کلام کیا۔

اے صعصہ! تمہاری بستی عرب کی بدترین آبادی تھی۔ جس کی پیداوار سب سے زیادہ بدبودار تھی اور اس کی وادی عمیق ترین ہے جو شر وفساد میں سب سے زیادہ مشہور ہے یہ اپنے پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہنچاتی ہے جب کہ کبھی کوئی شریف یا رذیل یہاں قیام کرتا ہے تو اس پر گالیوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے اور اس پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جاتا ہے۔ یہ لوگ تمام عرب میں بہت بدنام ہیں تمام قوموں[1] سے جھگڑتے رہتے ہیں[2]۔ یہ لوگ ایرانیوں کے رعایا تھے[3] اور ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام پہنچی مگر تم عمان میں رہے[4] اور بحرین میں قیام نہیں کیا اس لیے تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ اسلام میں بھی شریک نہیں ہوئے اور اپنی قوم کے بدتر انسان ہو۔

جب اسلام نے تمہیں نمودار کیا اور تم مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر ان قوموں پر غالب آئے جو تم پر غالب تھیں۔ تو تم اللہ کے دین میں کج روی اختیار کرنے لگے۔ اور ذلت ورسوائی کے کاموں کی طرف مائل ہوئے۔ اس طریقہ سے قریش کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ کوئی شخص انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی سے نہیں روک سکے گا۔

شیطان تم سے غافل نہیں ہے۔ اس نے تمہاری قوم میں سے تمہیں شر وفساد کے لیے چن لیا ہے اور تمہارے ذریعہ لوگوں کو فریب دے رہا ہے۔ وہ تم پر غالب آگیا ہے۔ تاہم اسے یہ بات معلوم ہے کہ وہ تمہارے ذریعہ اللہ کے فیصلے کو رد نہیں کرسکتا ہے اور نہ مشیت الٰہی کو ٹال سکتا ہے۔ تم اپنی شرارتوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ البتہ وہ اس سے بدتر برائی کا دروازہ کھول کر تمہیں ذلیل ورسوا کرے گا"۔

[1] النزاع الامم: سے مراد غرباء اجنبی لوگ ہیں۔ [ابن منظور: لسان العرب 350/8].
[2] الخط: جزیرہ نما عرب کے مشرق میں واقع تمام ممالک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 378/2].
[3] الفعلة: جو مٹی، کھدائی وغیرہ میں کام کرتے ہیں۔ [ابن منظور: لسان العرب 528/11].
[4] شطیر: نازح/ تارک وطن۔ [ابن منظور: لسان العرب: 408/4].

٦ یہ کہہ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ آپس میں مشورہ کرتے رہے مگر وہ کچھ نہ کر سکے، تھوڑے دنوں کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور کہنے لگے۔

میں نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو اللہ تمہارے ذریعہ نہ کسی کو فائدہ پہنچائے گا اور نہ نقصان پہنچائے گا۔ تم کام کے آدمی نہیں ہو اور نہ کسی کو نقصان پہنچا سکو گے۔ البتہ تم اسی قابل ہو کہ تم سے نفرت کی جائے اور تمہیں دور رکھا جائے اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی جماعت میں شامل رہو اور عوام کا ساتھ دو۔ انعام واکرام پر تم آپے سے باہر نہ رہو، شیخی مارنا اور اترانا اچھے لوگوں کا کام نہیں ہے۔

''تم جہاں چاہو جا سکتے ہو میں تمہارے بارے میں امیر المومنین کو خط لکھنے والا ہوں''۔ جب وہ باہر چلے گئے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور کہا:

میں تمہارے سامنے یہ بات دہرا رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے انہوں نے اپنے کام میں مجھے شریک کیا۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی مجھے حاکم مقرر کیا۔ میں نے ان میں سے کسی کے کام میں کوتاہی نہیں کی اور تمام خلفاء مجھ سے خوش اور مطمئن رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاموں کے لیے قابل اور مستحق مسلمانوں کو تلاش کیا تھا۔ جاہل اور کمزور افراد کو اس مقصد کے لیے پسند نہیں فرمایا۔

بہر حال اللہ بہت طاقتور اور انتقام لینے والا ہے جو اس کے ساتھ مکر وفریب کرتا ہے وہ اس کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے اس لیے تم جان بوجھ کر کوئی ایسا کام نہ کرو جسے تم ظاہر نہ کرنا چاہتے ہو کیونکہ اللہ تمہاری خفیہ سازشوں کو ناکام و بے نقاب کر دے گا جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا ہے:

أَحسب الناس أن يتركوا أَنْ يَقُوْلُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ[1]

''کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ محض ایمان کا ظاہری اقرار کرنے پر وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا''۔

٧ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''میرے پاس وہ لوگ آئے ہیں جو عقل و دینداری سے خالی ہیں۔ اسلام انہیں گراں معلوم ہو رہا ہے اور عدل و انصاف سے وہ تنگ آ گئے ہیں۔ کسی بات میں اللہ کی رضا جوئی ان کے مدنظر نہیں ہے اور نہ وہ کسی معقول دلیل کے

[1] العنکبوت:201

مطابق گفتگو کرتے ہیں۔ ان کا اصل مقصد فتنہ وفساد برپا کرنا اور اہل ذمہ کے مال پر قبضہ کرنا ہے اللہ انہیں آزمائش میں ڈالے گا اور مصائب میں مبتلا کر کے انہیں ذلیل ورسوا کرے گا وہ دوسروں کے بل بوتے پر ہی نقصان پہنچا سکیں گے ان کا مقصد شور وشغب سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے''۔

⑧ جب یہ لوگ دمشق سے باہر نکل گئے تو کسی شخص نے کہا: ''تم کوفہ کی طرف واپس نہ جاؤ۔ کیونکہ وہ تمہاری مصیبت کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ تم ہمیں جزیرہ کے علاقہ کی طرف لے چلو اور عراق وشام کا خیال چھوڑ دو''۔ لہٰذا وہ جزیرہ پہنچے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ [1] کو حمص کا حاکم مقرر کیا اور جزیرہ کا حاکم حران [2] اور رقہ [3] کا حاکم بھی تھا۔ اس لیے انہوں نے ان لوگوں کو بلوا کر یہ کہا: اے آلہ شیطان! ہم تمہارا خیر مقدم نہیں کرتے ہیں اور نہ تمہاری تعظیم وتکریم کریں گے۔ شیطان عاجز اور درماندہ ہو گیا ہے مگر تم ابھی تک چست اور مستعد ہو اگر عبدالرحمن نے تمہیں ادب سکھا کر درست نہیں کیا تو اللہ اس کا بھلا نہ کرے۔ وہ تمہیں عاجز اور درماندہ کر کے چھوڑے گا۔

مجھے نہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں کس طرح خطاب کروں آیا تم عرب ہو یا عجمی؟ تم مجھ سے ایسی گفتگو نہ کرنا جیسی تم میری اطلاع کے مطابق معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا کرتے تھے میں ابن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے آزمانے والے آزما لیا۔ میں ارتداد کی کمر توڑنے والے کا فرزند ہوں۔ اللہ کی قسم! اے کمینے صعصعہ! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میرے کسی ساتھی نے تمہاری ناک توڑ دی ہے اور پھر تمہارا خون چوس لیا ہے تو میں تمہیں دور تک اڑا دوں گا''۔

عبدالرحمن بن خالد نے انہیں کئی مہینوں تک وہاں رکھا جب وہ سوار ہوتے تھے تو انہیں پیدل (اپنے ساتھ) چلاتے تھے اور جب گزرتے تھے تو کہا کرتے تھے: ''اے ابن الحطیہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس کسی کو نیکی درست نہ کر سکے اسے برائی درست کر دیتی ہے تم اب وہ باتیں کیوں نہیں کرتے ہو جو تم سعید اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے سامنے کیا کرتے تھے''۔ اس کے جواب میں وہ شخص اور اس کے دوسرے ساتھی یہ کہتے تھے۔ ''ہم اللہ کے سامنے توبہ کرتے ہیں''۔ آپ ہمیں معاف کریں، اللہ آپ کو معاف کرے گا، وہ اس طرح (معافی مانگتے رہے) تا آنکہ عبدالرحمن بن خالد نے یہ کہا:

---

[1] عبدالرحمن بن خالد بن الولید المخزومی، یرموک کے معرکے میں شرکت کی حمص کی امارت پر فائز ہوئے، اور یہ صفین میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رہے۔ [الطبری: التاریخ: 3/396، 4/321، 574]۔

[2] حران: جزیرے کے علاقے میں واقع ایک عظیم شہر۔ [یاقوت: معجم البلدان 2/325]۔

[3] الرقہ: مشہور شہر ہے جو نہر فرات پر واقع ہے اس کو جزیرے کے ممالک میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ یہ فرات کے مشرقی جانب سے ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 3/59]۔

''اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے'' انہوں نے اشتر کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور دوسرے لوگوں سے کہا: ''تمہیں اختیار ہے اگر تم چاہو تو یہاں سے جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو یہاں قیام کر سکتے ہو''۔

اشتر نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر توبہ کی اور ندامت کا اظہار کیا نیز اپنی برائی اور برے ساتھیوں سے پرہیز کا وعدہ کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تمہیں زندہ وسلامت رکھے'' اس زمانے میں سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی آئے ہوئے تھے اس لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جہاں چاہو قیام کر سکتے ہو'' انہوں نے عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کے ساتھ رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہاری یہ بات منظور ہے'' چنانچہ وہ عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آ گئے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۹)[1]

سیف بن عمر ابو حارثہ اور ابو عثمان کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب اہل کوفہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان لوگوں کو ایک جداگانہ گھر میں ٹھہرایا پھر خلوت میں ان سے گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ بھی ان سے باتیں کرتے تھے۔ جب وہ گفتگو کر چکے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تمہیں صرف حماقت کا حصہ ملا ہے۔ واللہ! مجھے کوئی معقول اور صحیح گفتگو نہیں معلوم ہوئی اور نہ تمہارے کلام میں معقول دلیل ہے، نہ علم و بردباری ہے اور نہ قوت بیان ہے۔ اے صعصہ! تم پرلے درجے کے احمق ہو۔ تم جو چاہو کرو اور جو چاہو کہو۔ مگر احکام خداوندی کو ترک نہ کرو کیونکہ ہر چیز قابل برداشت ہے۔ مگر اللہ کی نافرمانی (قابل برداشت) نہیں ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جو اختلافات ہیں، تم ان کے بارے میں مختار و مالک ہو''۔

چنانچہ اس کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا وہ نماز میں شریک ہوتے ہیں اور جماعت کے واعظ کی محفل میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ایک دن سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو پڑھا رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا:

''تم میرے سامنے دور جاہلیت کے تنازعات پیش کرتے رہے۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ بہرحال تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم مسلمانوں کی جماعتی اکثریت کے ساتھ رہو گے تو تم ہی خوش نصیب ہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے اور اگر تم نے جماعت کو چھوڑ دیا تو تم ہی بدنصیب رہو گے وہ لوگ نہیں ہوں گے بلکہ تم کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا

---

[1] كتاب تاريخ الطبرى = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبرى [الطبرى، أبو جعفر] 4 / 329-328.

سکو گے''۔

اس پر ان لوگوں نے ان کی تعریف کی اور جزائے خیر کی دعا مانگی۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے ابن الکواء! میں کس قسم کا آدمی ہوں؟''۔

وہ بولا: آپ بہت گہرے آدمی ہیں۔ آپ کی سخاوت وفیاضی بہت وسیع ہے۔ آپ کی حاضر جوابی نہایت پاکیزہ ہے آپ پر حلم اور بردباری غالب ہے جو اسلام کا ایک بہت بڑا رکن ہے۔ آپ نے خطرناک سرحدوں کی حفاظت کی ہے۔

اس کے بعد سیدنا رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''تم مجھے مختلف شہروں کا حال بتاؤ کیونکہ (مجھے) تم اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ عقلمند معلوم ہوتے ہو۔ وہ بولا: ان شہریوں سے میں نے خط وکتابت کی اور انہوں نے بھی مجھ سے خط وکتابت کی وہ مجھے نہیں پہچان سکے مگر میں ان سب کو پہچان گیا ہوں''۔

اہل مدینہ شر وفساد کے سب سے زیادہ شائق ہیں مگر (عملی طور پر) سب سے زیادہ عاجز ہیں۔

اہل کوفہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سب سے زیادہ غور وفکر کرتے ہیں اور بڑی باتوں پر جلد سوار ہو جاتے ہیں۔ اہل بصرہ متحد ہو کر آتے ہیں منتشر ہو کر نکلتے ہیں۔

اہل مصر بھرپور شر وفساد کا ارتکاب کرتے ہیں مگر جلد ہی نادم اور پشیمان ہو جاتے ہیں اہل شام اپنے رہنما کے سب سے زیادہ فرمانبردار ہیں اور بہکانے والے کے بہکائے میں بہت مشکل سے آتے ہیں۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۱۰)[1]

قیس بن یزید کی روایت ہے کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکالے ہوئے لوگوں کو واپس کر دیا تو انہوں نے کہا'' عراق اور شام اب ہمارے گھر نہیں رہے ہیں اس لیے جزیرہ کی طرف ہمیں چلنا چاہیے''۔ چنانچہ وہاں اپنی مرضی سے آئے وہاں عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ بہت سختیاں کیں یہاں تک کہ وہ ان کے مطیع وفرمانبردار

---

[1] كتاب تاريخ الطبرى = تاريخ الرسل والملوك، وصله تاريخ الطبرى [الطبرى، أبو جعفر 332-331 / 4].

بن گئے۔ انہوں نے اشتر کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر کہا:

''تم جہاں چاہو جا سکتے ہو''۔ اس نے کہا: ''میں عبدالرحمن کے پاس جاؤں گا''۔ چنانچہ وہ وہاں چلا گیا۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے گیارہویں سال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے ان کے اخراج سے ایک یا کچھ عرصہ زیادہ پہلے اشعت بن قیس رضی اللہ عنہ کو آذر بائیجان[1] کا حاکم مقرر کیا تھا اور سعید بن قیس[2] کو رے[3] کا حاکم مقرر کیا۔ سعید بن قیس (پہلے) ہمدان کا حاکم تھا۔ وہاں سے اسے معزول کر دیا گیا اور ہمدان[4] کا حاکم تھا۔ وہاں سے اسے معزول کر دیا گیا اور ہمدان کا حاکم نسیر عجلی[5] کو بنایا گیا۔ اصفہان[6] کا حاکم سائب بن اقرع[7] کو مقرر کیا گیا اور ماہ[8] کا حاکم مالک بن حبیب یربوعی[9] کو مقرر کیا گیا۔ موصل کے حاکم حکیم بن سلامہ حزامی[10] تھے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قرقیسیاء[11] کے حاکم تھے۔ سلمان بن ربیع رضی اللہ عنہ[12] باب[13] کی مہم کے نگران تھے اور جنگی حاکم قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ تھے۔ حلوان[14] کے حاکم عتیبہ بن

---

[1] آذربیجان: فارس کے شمال میں پہاڑوں کے زیر تسلط ایک عظیم مملکت۔ [یاقوت: معج البلدان 128/1 لسترنج: بلدان الخلافہ الشرقیہ 193].

[2] سعید بن قیس الہمدانی، کوفہ کے اشراف لوگوں میں سے تھے، صفین کے معرکہ میں سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمراہ حاضر ہوئے تھے....[الطبری: التاریخ 129/4، 574.

[3] الری: اسے محمد یہ کہا جاتا ہے جو تہران شہر کے قریب واقع ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 116/3 لسترنج: بلدان الخلافہ الشرقیہ 249].

[4] ہمدان: فارس کا ایک شہر ہے [یاقوت: معجم البلدان 410/5].

[5] النسیر بن ثور العجلی، یہ عراق اور فارس کی فتح میں شریک تھے۔ [الطبری: التاریخ 469/3، 4 /134,127.

[6] اصبہان: ارض فارس میں واقع ایک بڑا شہر ہے۔ [یاقوت: 206/1].

[7] السائب بن الاقرع ثقیف کے مولیٰ ہیں، وہ حساب و کتاب کا کام کرتے تھے، اور عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں نہاوند کے مال غنیمت کی تقسیم کا کام سونپا ہوا تھا۔ [الطبری: التاریخ 116/4].

[8] ماہ: مملکت فارس کا ایک شہر۔ [یاقوت: معجم البلدان 49/5].

[9] مالک بن حبیب الحزامی، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں واقعہ جمل رونما ہونے سے قبل دونوں فریقوں میں صلح کروانے کی کوشش کی تھی۔ [الطبری 38/4، 496، 505].

[10] حکیم بن سلامہ الحزامی، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں واقعہ جمل رونما ہونے سے قبل دونوں فریقوں میں صلح کروانے کی کوشش کی تھی۔ [الطبری: 496/4، 505].

[11] قرقیسیاء: جزیرہ کے علاقے کا ایک قصبہ جو فرات کے قریب خابور پر واقع ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 328/4 لسترنج: بلدان الخلافہ الشرقیہ 136].

[12] سلمان بن ربیعہ بن یزید الباہلی، ابوعبداللہ، سلمان الخیل، ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحبت ملی تھی، سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا، انہوں نے اُرمینیہ کے جہاد میں حصہ لیا سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور میں اور وہیں شہید ہوئے، ان کی حدیث کی تخریج امام مسلم نے کی ہے۔ [ابن حجر: التقریب 246].

[13] الباب: یہ دربند کا شہر ہے، اور یہ دروازوں کا دروازہ ہے جیسا کہ بعض مصادر میں ہے، اور یہ شہر بحیرہ کیسپین کی سب سے بڑی بندرگاہوں میں سے ایک ہے۔ خزر سے مراد (بحرہ (قزوین) کیسپین ہے) [یاقوت: معجم البلدان 303/1 لسترنج: الخلافہ الشرقیہ: 416].

[14] حلوان: عراق میں ایک جگہ، اور یہ السواد کی سرحد کے آخر میں ہے، جو بغداد سے پہاڑوں کے حسب ذیل ہے۔ [یاقوت: معجم البلدان 290/2].

النہاس[1] تھے اس طرح کوفہ فوجی حکام اور کمانڈروں سے خالی ہو گیا تھا اور فتنہ پرداز لوگ باقی رہ گئے تھے۔

(ان حالات میں) یزید بن قیس نے (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ کو (خلافت سے) معزول کرنے کی سازش کی وہ مسجد کوفہ میں پہنچا اور وہاں بیٹھ گیا اور اس کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا جس سے ابن السوداء (عبد اللہ بن سبا) خط وکتابت کرتا تھا۔

قعقاع رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے یزید بن قیس[2] کو پکڑ لیا۔ وہ بولا: ''ہم سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا استعفیٰ چاہتے ہیں'' اس نے کہا: ''اس کام کی تکمیل یہاں بیٹھ کر نہیں ہو سکتی تم اس مقصد کے لیے یہاں نہ بیٹھو اور نہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوں بلکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرو تمہیں ضرور کامیابی ہوگی''۔

چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور اس نے ایک شخص کو اجرت پر حاصل کیا اسے چند درہم اور خچر دے کر نکالے ہوئے کوفیوں کے پاس بھیجا۔ اس نے انہیں خط میں یہ لکھا تھا: ''تم لوگ خط دیکھتے ہی یہاں آجاؤ کیونکہ شہر والے ہم سے متفق ہو گئے ہیں''۔

وہ (قاصد) روانہ ہو کر وہاں پہنچ گیا اس وقت اشتر بھی وہاں آ گیا تھا۔ اس نے انہیں خط دیا تو انہوں نے پوچھا'' تمہارا کیا نام ہے''۔ وہ بولا: ''اشتر''۔ وہ بولے: ''کون سے قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟''۔ اس نے کہا: ''قبیلہ کلب سے''۔ اس پر ان لوگوں نے کہا: ''ذلیل درندہ لوگوں کو بہکاتا ہے ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے''۔ اشتر نے ان لوگوں کی مخالفت کی اور وہ مخالفت کرتا ہوا واپس جانے لگا جب اشتر روانہ ہو گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا: ''اس (سعید بن العاص رضی اللہ عنہ) نے ہمیں نکالا ہے۔ اللہ اس کو نکالے ہمیں بھی وہی کرنا ہوگا جو اس نے کیا۔ بہر حال اگر عبد الرحمن کو علم ہوگا تو وہ ہمیں سچا نہیں سمجھے گا''۔ پھر وہ سب اس کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر اشتر کو پکڑ نہیں سکے۔

جب عبد الرحمن بن خالد رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ وہ روانہ ہو گئے ہیں تو اس نے ان کا تعاقب کرایا مگر اشتر اور دوسرے لوگ میلوں کے فاصلے پر آگے جا چکے تھے۔

جمعہ کے دن لوگوں نے اچانک اشتر کو مسجد کوفہ کے دروازے پر دیکھا وہ یہ کہہ رہا تھا: ''اے لوگو! میں تمہارے امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا ہوں اور میں نے سعید (ابن العاص رضی اللہ عنہ) کو اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ خواتین کے سو درہم کم کرانے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یہ بھی تجویز کر رہا ہے کہ تمہارے بہادر سپاہیوں کا وظیفہ

---

[1] عتیبة بن النهاس العجلی، یہ عراق اور فارس کی فتح میں شریک تھے، وہ اہل کوفہ کے ذی مرتبہ لوگوں میں سے تھے۔ [الطبری: التاریخ 355/3، 369، 150/4.

[2] یزید بن قیس بن تمام الأرجي، یہ اپنی قوم کے سردار تھے، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کی جنگوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حاضر تھے، اور آپ ان کے امراء میں سے تھے۔ [ابن حجر: الاصابہ 386/10

صرف دو ہزار رکھا جائے۔ سعید رضی اللہ عنہ یہ بھی کہتا ہے کہ تمہارا مال غنیمت قریش کا باغ ہے میں ایک منزل تک اس کے ساتھ چلا وہ اسی قسم کی دھمکی آمیز باتیں کرتا رہا''۔

عام لوگوں نے اس کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی اور دانشور حضرات اسے منع کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہیں سنی۔[1] اتنے میں یزید بن قیس آیا اور اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے''جو شخص چاہتا ہو کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرانے کے لیے امیر المومنین کے پاس جائے تو وہ یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہو جائے''۔ اس اعلان کے بعد دانشمند حضرات، شرفاء اور معززین شہر مسجد میں رہ گئے باقی لوگ چلے گئے۔ اس زمانے میں عمرو بن حریث[2] نائب حاکم تھا وہ منبر پر چڑھا اور حمد وثناء کے بعد اس نے یہ تقریر کی:

تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم (اس سے پہلے) باہمی دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تم کو وہاں سے نجات دلائی۔ اس لیے تم اس برائی اور شر وفساد کی طرف نہ لوٹو جس سے اللہ بزرگ و برتر نے بچایا ہے۔ کیا اسلام لانے کے بعد جب کہ تم اس کے مسنون طریقے پر چل چکے ہو۔ تم حق وصداقت کو نہیں پہچانو گے اور اس کے دروازے تک نہیں پہنچو گے۔

اس پر قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا:''اگر تم سمندر کے سیلاب کو لوٹا سکتے ہو تو دریائے فرات کی موجوں کو روک لو یہ بات ناممکن ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب شمشیر براں[3] ہی عوام کو مطمئن کرے گی وہ جلد ہی بے نیام[4] ہو گی پھر وہ ایک زبردست ہنگامہ برپا کریں گے اور اپنے مقاصد کو پورا کر کے رہیں گے[5] جسے اللہ ہرگز ناکام نہیں ہونے دے گا تم صبر کرو''۔

عمرو بن حریث (نائب حاکم) نے کہا:''ہاں میں صبر کروں گا''۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔

ادھر یزید بن قیس روانہ ہو کر جرعہ[6] کے مقام پر ٹھہرا اور اس کے ساتھ اشتر بھی تھا سعید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے جہاں وہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے وہ کہنے لگے''ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے''۔ سعید رضی اللہ عنہ نے کہا:''تم نے بلاوجہ اتنا جھگڑا کیا۔ تمہارے لئے صرف یہی کافی تھا کہ تم امیر المومنین کے پاس ایک شخص بھیج دیتے اور ایک شخص کو میرے پاس بھیج

---

[1] النفجہ: چھلانگ لگانا پھدکنا، انقلاب۔ [ابن منظور: لسان العرب 381/2
[2] عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان القرشی المخزومی، صحابی صغیر ہیں 85 ہجری میں ان کا انتقال ہوا تھا، ان کی احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ [ابن حجر: التقریب 420.
[3] المشرفیہ: تلواروں کی اقسام میں سے ایک قسم۔ [الرازی: مختار الصحاح 141.
[4] تنتضی: تسل، معنی ہے نکالنا۔ [الرازی: مختار الصحاح 277]. (سل السیف: تلوار کا نکالنا).
[5] عجیج العتد ان: اس کا مفرد عتد ہے، وہ ایک زبردست، تیز دوڑنے والی گھوڑی ہے۔ [ابن منظور: لسان العرب 280/3
[6] الجرعہ: کوفہ سے قریب ایک جگہ کو کہتے ہیں۔ [یاقوت: معجم البلدان 127/2].

دیتے۔ایک ہزار اشخاص کو جو عقلمند ہوں ایک شخص کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے''۔

اس کے بعد وہ لوٹ گئے۔

ان لوگوں نے ان کے غلام کو دیکھا جو اونٹ پر سوار تھا۔اس نے کہا:''سعید کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ واپس جائیں''۔اس پر اشتر نے گردن ماردی۔

پھر سعید رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں تمام حال بتایا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا:''وہ کیا چاہتے ہیں کیا انہوں نے اطاعت سے دست کشی کی ہے؟''۔وہ بولے:''وہ حاکم کی تبدیلی چاہتے ہیں'' آپ نے پوچھا:''وہ کس کا تقرر چاہتے ہیں؟''۔انہوں نے کہا:''وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو (چاہتے ہیں)''۔

آپ نے فرمایا:''ہم نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر مقرر کر دیا ہے۔واللہ! اب ہم کسی کا عذر نہیں سنیں گے اور نہ ان کو حجت بازی کا موقع دیا جائے گا اور جیسا ہم نے حکم دیا ہے[1] اس کے بارے میں ہم نتیجہ کا انتظار کریں گے''۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچ گئے۔جریر بن عبداللہ بھی قرقیسیا سے واپس آ گئے اور عتیبہ بھی حلوان سے (کوفہ) پہنچ گئے اس کے بعد ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں کھڑے ہو کر یہ تقریر کی۔

''اے لوگو! تم ایسی باتوں کے لیے نہ دوڑا کرو آئندہ ایسی باتیں نہ کرنا بلکہ اپنی جماعت کا ساتھ دو اور اطاعت اور فرماں برداری اختیار کرو۔جلد بازی کے کاموں سے بچو بلکہ صبر سے کام لیا کرو تم سمجھو کہ امیر تمہارے اوپر ہے''۔

لوگوں نے کہا:''آپ ہمیں نماز پڑھائیے''۔

وہ بولے:''(میں اس وقت تک نماز نہیں پڑھاؤں گا جب تک کہ تم سیدنا''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے احکام سننے اور اطاعت کرنے کا (اقرار نہیں کرو گے) وہ بولے:''(ہم) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری کا (اقرار کرتے ہیں''۔

❀❀❀

[1] اس کا معنی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا....

﴿سیف بن عمر کی روایات کے متن پر تنقیدی جائزہ﴾

① روایت نمبر (۱) میں اہل کوفہ کے نوجوانوں کے ہاتھوں ابن الحیسمان الخزاعی کے قتل کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

سیف کی یہ خبر، سیف اپنی روایت میں منفرد ہے۔

جیسا کہ مجاہد شاعر عاصم بن عمرو التمیمی نے اپنے تین اشعار میں اس واقعہ پر کچھ روشنی ڈالی ہے، جس میں انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی اور اہل بغی پر حد قائم کرنے کی تعریف کی ہے۔

② روایت نمبر (۲) ابوزبید الطائی کی اسلام قبول کرنے سے متعلق ہے۔

ابوزبید الطائی کے اسلام قبول کرنے کی خبر کو ان خبروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے جو سیف بن عمر کی روایت میں تفرد ہے، جیسا کہ دوسرے مصادر نے ابوزبید کے بارے میں گفتگو کی ہے اور ان خبروں میں اس کے اسلام قبول کرنے کا مطلقا اشارہ تک نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہا کہ اس کی موت ایک نصرانی[1] کے طور پر ہوئی۔

تاہم چونکہ ان مصادر کو ابوزبید کی خبر کے ادبی پہلو میں دلچسپی تھی اس لیے انہوں نے اس کے اسلام قبول کرنے کی خبروں پر زیادہ توجہ نہیں دی۔

تاہم تمام کتابوں میں ابوزبید کی تعریف سے متعلق بکھری خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

میرے نزدیک ترجیح درج بالا بات کو ہے اور میں مندرجہ ذیل شواہد کی بنیاد پر اسی بات کو مانتا ہوں[2]۔

۱۔ سیدنا عثمان[3] اور سیدنا علی[4] رضی اللہ عنہما کی شہادت پر مرثیہ کہنا

۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ابوزبید نے جو مرثیہ کہا ہے اس میں ابوزبید نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کیا

[1] ابن قتیبہ: الشعر والشعراء 185، الاصفہانی: کتاب الاغانی 127/1، یاقوت الحموي: معجم الادباء 191/10

[2] ڈاکٹر نوری حمودی القیس اپنی کتاب شعراء اسلامیون ص 567 میں اس رائے کی طرف اسی طرح گئے ہیں۔

[3] القالی: کتاب الأمالي 28/1.

[4] المبرد : الكامل في اللغة والادب 150/2.

ہے[1]۔

۳۔ ابوزبید طائی کو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس کا معنی ہے انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے[2]، اس بارے میں شاعر کہتا ہے[3]:

مررت على عظام أبي زُبيد وقد لاحت ببلقعة صلود

وكان له الوليد نديم صدق فنادم قبره قبر الوليد

(۳) روایت نمبر (۳) میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل کوفہ نے ایک گروہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی جاسوسی کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا۔

وهذا الخبر يؤيده ما أخرجه عبد الرزاق في مصنفه ، عن ابن عيينة عن الأعمش ، عن زيد بن وهب قال : قيل لابن مسعود : هلك الوليد بن عقبة ، تقطر لحيته خمرا ، قال : قد نهينا عن التجسس ، فإن يظهر لنا نقم عليه.

اس خبر کی تائید وہ روایت کر رہی ہے جسے عبد الرزاق نے اپنی کتاب مصنف میں تخریج کیا ہے[4]۔ بواسطہ ابن عیینہ[5] وہ بواسطہ اعمش[6] وہ بواسطہ زید بن وہب[7] روایت کرتے ہیں کہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گئے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے تھے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں جاسوسی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اگر یہ ہم پر ظاہر ہو جاتا ہے تو ہم اس کو سزا دیں گے۔

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور جو امام ابوداؤد نے اپنی سنن[8] میں روایت کیا ہے کہتے ہیں: حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة[9] حدثنا أبو

---

[1] المبرد : الكامل في اللغة والادب 150/2.
[2] ابن قتیبہ: الشعر والشعراء 186، الاصفہانی: کتاب الاغانی 138/12.
[3] الاصفہانی: کتاب الاغانی 146/5
[4] عبد الرزاق: المصنف 232/10
[5] سفیان بن عیینہ، ثقہ. [ابن حجر: التقریب 245]
[6] سلیمان بن مہران، ثقہ. [ابن حجر: التقریب 254].
[7] زید بن وہب الجہنی ثقہ. [ابن حجر: التقریب 225].
[8] ابوداود: السنن 272/4.
[9] عبد اللہ بن محمد، ثقہ. [ابن حجر: التقریب 320].

معاوية[1] ، عن الأعمش ، عن زيد بن وهب قال : أُتي ابن مسعود فقيل : هذا فلان تقطر لحيته خمرا ، فقال عبد الله : إنا قد نهينا عن التجسس ، ولكن إن يظهر لنا شيء نأخذ منه.

زید بن وہب کہتے ہیں: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا پس ان سے کہا گیا: یہ وہ شخص ہے جس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے، ہمیں جاسوسی سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی چیز ہمیں نظر آ جائے تو ہم اسے لے لیتے ہیں۔

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

④ روایت نمبر (۴) میں جندب ازدی کے ہاتھوں جادوگر کے قتل کی بابت بات کی گئی ہے۔

اس خبر کی تائید ابن عبد البر نے علی ابن المدینی کے ذریعے نقل کی ہے۔

وهذا الخبر يؤيده ما أخرجه ابن عبد البر من طريق علي بن المديني[2] قال : حدثنا المغيرة بن سلمة[3] عن عبد الواحد بن زياد[4] عن عاصم[5] عن أبي عثمان[6] قال : رأيت الذي يلعب بين يدي الوليد بن عقبة فيرى أنه يقطع رأس رجل ثم يعيده ، فقام إليه جندب بن كعب فضرب وسطه بالسيف وقال : قولوا له فليحي نفسه الآن ، قال : فحبس الوليد جندبا ، وكتب إلى عثمان رضي الله عنه ، فكتب عثمان أن خلِّ سبيله ، فتركه .

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کے سامنے کھیل رہا تھا اور اس نے دیکھا کہ وہ ایک آدمی کا سر کاٹ رہا ہے اور پھر اسے واپس جوڑ رہا ہے تو جندب بن کعب اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے انہوں اس کھیل کے درمیان اسے تلوار سے مارا اور کہا: اس سے کہو، کہ اب اپنے آپ کو زندہ کر کے دکھائے، کہتے ہیں: ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جندب بن کعب کو قید کر دیا اور عثمان رضی اللہ عنہ اس ماجرے کے بارے میں لکھا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو، پس ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے جندب بن کعب کو چھوڑ دیا۔

---

[1] محمد بن حازم الضریر، ثقہ۔ [ابن حجر: التقریب 475].
[2] ثقہ۔ [ابن حجر: التقریب 403].
[3] ثقہ۔ [ابن حجر: التقریب 543].
[4] ثقہ۔ [ابن حجر: التقریب 367].
[5] ھو عاصم بن سلیمان الاحول، ثقہ۔ [ابن حجر: التقریب 285].
[6] ابو عثمان النہدی، ثقہ۔ [ابن حجر: التقریب 351].

اس سند کے رجال ثقہ ہیں۔

⑤ روایت نمبر (2،3،4) میں ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کے الزام کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

اس خبر کو بخاری اور مسلم دونوں نے اپنی صحیحین میں شامل کیا ہے اور اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر میں ان دونوں کی روایتوں کو درج ذیل میں ذکر کروں گا۔

امام بخاری کی روایت کردہ حدیث:

أخرج البخاري في صحيحه ، من طريق عروة بن الزبير[1] ، ان عبيد الله بن عدي بن الخيار[2] ، اخبره , ان المسور بن مخرمة[3] ، وعبد الرحمن بن الاسود بن عبد يغوث[4] ، قالا له :" ما يمنعك ان تكلم خالك عثمان في اخيه الوليد بن عقبة وكان اكثر الناس فيما فعل به قال عبيد الله فانتصبت لعثمان حين خرج إلى الصلاة، فقلت: له إن لي إليك حاجة وهي نصيحة، فقال: ايها المرء اعوذ بالله منك , فانصرفت فلما قضيت الصلاة جلست إلى المسور وإلى ابن عبد يغوث فحدثتهما بالذي قلت لعثمان وقال لي , فقالا: قد قضيت الذي كان عليك , فبينما انا جالس معهما إذ جاءني رسول عثمان، فقالا لي: قد ابتلاك الله فانطلقت حتى دخلت عليه، فقال: ما نصيحتك التي ذكرت آنفا، قال: فتشهدت، ثم قلت: إن الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم وانزل عليه الكتاب , وكنت ممن استجاب لله ورسوله صلى الله عليه وسلم , وآمنت به وهاجرت الهجرتين الاولیين , وصحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ورايت هديه , وقد اكثر الناس في شان الوليد بن عقبة فحق عليك ان تقيم عليه الحد، فقال لي: يا ابن اخي ادركت رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: قلت: لا ولكن قد خلص إلي من علمه ما خلص إلى العذراء في سترها، قال: فتشهد عثمان، فقال: إن الله قد بعث محمدا صلى الله عليه

[1] عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد اسدی، ابوعبداللہ المدنی ہیں، ثقہ ہیں مشہور فقیہ ہیں، تیسرے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ۹۴ ہجری میں ان کا انتقال ہوا، صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہوئی تھی، ان سے صحاح ستہ میں احادیث موجود ہیں۔ [ابن حجر: التقریب 389].

[2] عبید اللہ بن عدی بن الخیار القرشی، ان کا باپ بدر کے معرکہ میں قتل ہوا تھا، وہ فتوحات میں ممتاز تھے، اس لیے ان کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا تھا، ولید بن عبد الملک کے خلافت کے آخری دور میں ان کا انتقال ہوا تھا، ان سے بخاری اور مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حدیث لی ہے۔ [ابن حجر: التقریب 373].

[3] المسور بن مخرمہ بن نوفل الزہري، ان کی کنیت أبوعبدالرحمن، ان کو اور ان کے والد کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، ان کا انتقال 64 ہجری میں ہوا ہے، صحاح ستہ میں ان کی احادیث موجود ہیں۔ [ابن حجر: التقریب 532].

[4] عبدالرحمن بن الأسود بن عبدیغوث الزہری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے، ان کو صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے، العجلی نے کہا: کبار تابعین میں سے ہیں، ان کی احادیث بخاري وأبوداؤد اور ابن ماجہ میں ہیں۔ [ابن حجر: التقریب 336].

وسلم بالحق وانزل عليه الكتاب , وكنت ممن استجاب لله ورسوله صلى الله عليه وسلم وآمنت بما بعث به محمد صلى الله عليه وسلم , وهاجرت الهجرتين الاولين كما قلت , وصحبت رسول الله وبايعته والله ما عصيته ولا غششته حتى توفاه الله , ثم استخلف الله ابا بكر فوالله ما عصيته ولا غششته , ثم استخلف عمر فوالله ما عصيته ولا غششته , ثم استخلفت , افليس لي عليكم مثل الذي كان لهم علي؟ قال: بلى، قال: فما هذه الاحاديث التي تبلغني عنكم؟ فاما ما ذكرت من شان الوليد بن عقبة , فسناخذ فيه إن شاء الله بالحق , قال: فجلد الوليد اربعين جلدة , وامر عليا ان يجلده[1] ، وكان هو يجلده[2]".

اس روایت کو امام بخاری نے عروہ بن زبیر کے طریق سے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن عدی بن خیار نے خبر دی، انہیں مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث ان دونوں نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے کہا کہ تم اپنے ماموں (امیر المؤمنین) عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کے باب میں گفتگو کیوں نہیں کرتے (ہوا یہ تھا کہ لوگوں نے اس پر بہت اعتراض کیا تھا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا)۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے نکلے تو میں ان کے راستے میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے، آپ کو ایک خیر خواہانہ مشورہ دینا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ بھلے آدمی! تم سے تو میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سن کر میں وہاں سے واپس چلا آیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور ابن عبد یغوث کی خدمت میں حاضر ہوا اور عثمان رضی اللہ عنہ سے جو کچھ میں نے کہا تھا اور انہوں نے اس کا جواب مجھے جو دیا تھا، سب میں نے بیان کر دیا۔ ان لوگوں نے کہا تم نے اپنا حق ادا کر دیا۔ ابھی میں اس مجلس میں بیٹھا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا آدمی میرے پاس (بلانے کے لیے) آیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا تمہیں اللہ تعالیٰ نے امتحان میں ڈالا ہے۔ آخر میں وہاں سے چلا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا تم ابھی جس خیر خواہی کا ذکر کر رہے تھے وہ کیا تھی؟ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں نے کہا اللہ گواہ ہے پھر میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی، آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔ آپ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے دو ہجرتیں کیں (ایک حبشہ کو اور دوسری مدینہ کو) آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہیں اور نبی کریم ﷺ کے طریقوں کو دیکھا ہے۔ بات یہ ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں میں اب بہت چرچا ہونے لگا ہے۔ اس لیے آپ کے لیے ضروری ہے کہ اس پر (شراب نوشی کی) حد قائم کریں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھتیجے یا میرے بھانجے کیا تم نے بھی رسول

---

[1] یعنی سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلد کے او پر کوڑے لگانے کا معاملہ سونپا۔ [النووي: شرح صحیح مسلم 219/11].

[2] البخاري: صحيح البخاري مع شرحه . [فتح الباري 226/7)

اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ لیکن آپ ﷺ کے دین کی باتیں اس طرح میں نے حاصل کی تھیں جو ایک کنواری لڑکی کو بھی اپنے پردے میں معلوم ہو چکی ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سن کر پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اللہ کو گواہ کر کے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور آپ پر اپنی کتاب نازل کی تھی اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر (ابتداء ہی میں) لبیک کہا تھا۔ نبی کریم ﷺ جو شریعت لے کر آئے تھے میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا میں نے دو ہجرتیں کیں۔ میں نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوا اور آپ ﷺ سے بیعت بھی کی۔ اللہ کی قسم! میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی خیانت کی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ اللہ کی قسم! میں نے ان کی بھی کبھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان کے کسی معاملہ میں کوئی خیانت کی۔ ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے میں نے ان کی بھی کبھی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی خیانت کی۔ اس کے بعد میں خلیفہ ہوا۔ کیا اب میرا تم لوگوں پر وہی حق نہیں ہے جو ان کا مجھ پر تھا؟ عبید اللہ نے عرض کیا یقیناً آپ کا حق ہے پھر انہوں نے کہا پھر ان باتوں کی کیا حقیقت ہے جو تم لوگوں کی طرف سے پہنچ رہی ہیں؟ جہاں تک تم نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے تو ہم ان شاء اللہ اس معاملے میں اس کی گرفت حق کے ساتھ کریں گے۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر (گواہی کے بعد) ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو چالیس کوڑے لگوائے گئے اور علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کوڑے لگائیں۔ علی رضی اللہ عنہ ہی نے اس کو کوڑے مارے تھے۔ اس حدیث کو یونس اور زہری کے بھتیجے نے بھی زہری سے روایت کیا اس میں عثمان رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح بیان کیا، کیا تم لوگوں پر میرا وہی حق نہیں ہے جو ان لوگوں کا تم پر تھا۔

امام مسلم کی روایت کردہ حدیث:

امام مسلم نے صحیح مسلم حضین بن منذر کے طریق سے یہ روایت تخریج کی ہے:

حضين بن المنذر[1] ابو ساسان قال: " شهدت عثمان بن عفان واتي بالوليد قد صلى الصبح ركعتين، ثم قال: ازيدكم فشهد عليه رجلان احدهما حمران[2] انه شرب الخمر وشهد آخر انه رآه يتقيا، فقال عثمان: إنه لم يتقيا حتى شربها، فقال: يا علي قم فاجلده، فقال علي : قم يا حسن[3] فاجلده، فقال الحسن: ول حارها من تولى قارها[4]

[1] حضین بن المنذر بن الحارث الرقاشی، اَبو ساسان ان کا لقب تھا، اور ان کی کنیت ابو محمد ہے، صفین کے میدان میں یہ امراء میں سے تھے، ثقہ ہیں، دوسرے سے طبقے سے تعلق ہے، سو ہجری کے شروع میں وفات پائی، ان کی حدیث امام مسلم نے تخریج کی ہے۔ [ابن حجر: التقریب 17].

[2] حمران بن ابان، مولی عثمان، ثقہ ہیں، دوسرے طبقے سے تعلق ہے، 75 ہجری میں ان کا انتقال ہوا، اور کہا گیا ہے اس کے علاوہ میں، ان سے اصحاب صحاح ستہ نے حدیث کی تخریج کی ہے۔ [ابن حجر: التقریب 17].

[3] ھو الحسن بن علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہما۔

[4] مراد جو امارت کی نعمتیں لے رہا ہے وہی اس کی سختی بھی لے۔ [النووي: شرح صحیح مسلم 219/11].

فكانه وجد عليه، فقال يا عبد الله بن جعفر[1] : قم فاجلده، فجلده وعلي يعد حتى بلغ اربعين، فقال: امسك ثم، قال: جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين، وجلد ابو بكر اربعين، وعمر ثمانين وكل سنة وهذا احب إلي[2] "

حصین بن منذر سے روایت ہے، میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے انہوں نے صبح کی دو رکعتیں پڑھیں تھیں پھر کہا: میں زیادہ کرتا ہوں تمہارے لیے تو دو آدمیوں نے ولید رضی اللہ عنہ پر گواہی دی۔ ایک تو حمران نے کہ اس نے شراب پی ہے۔ دوسرے نے یہ گواہی دی کہ وہ میرے سامنے قے کر رہا تھا شراب کی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر اس نے شراب نہ پی ہوتی تو قے کاہے کو کرتا شراب کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کہا: اٹھو اس کو حد لگاؤ۔ (یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عزت اور عظمت بڑھانے کے لیے حکم دیا اور امام کو یہ امر جائز ہے) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے حسن! اٹھ اور اس کو کوڑے لگا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: عثمان رضی اللہ عنہ خلافت کا سرد لے چکے ہیں تو گرم بھی انہیں پر رکھو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس بات پر غصہ ہوئے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر اور کہا: اے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ! اٹھ اور کوڑے لگا ولید رضی اللہ عنہ کو وہ اٹھے اور ولید رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگائے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے جب چالیس کوڑے لگائے پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: بس ٹھہر جا پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس لگائے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی لگائے اور سب سنت ہیں اور میرے نزدیک چالیس لگانا بہتر ہے۔

٦ روایت نمبر (٥) اور (٧) نے مسلم معاشرے میں ایک ایسے طبقے/گروہ کے ابھرنے کے بارے میں بات کی ہے جو اس شرعاً جائز ترجیح/ افضلیت کو عیب دار کر رہی تھی جس میں لوگ اپنے گھر چھوڑ دیتے ہیں اور اندھی مساوات کا مطالبہ کرتے ہیں جو معاشروں میں ترجیحات/فضیلت کی بنیاد پر وراثت میں ملتی ہے۔

اور یہ مذکورہ گروہ ان دو معاملات کے باعث ظہور پذیر ہوا ہے جس کا تذکرہ آنے والا ہے:

ا۔ دینی معاملات میں جہالت کا ہونا: امام بخاری نے ایک حدیث صحیح بخاری میں تخریج کی ہے یسیر بن عمرو[3]

---

[1] عبداللہ بن جعفر بن أبی طالب، سخاوت میں یکتا، حبشہ کی سرزمین میں پیدا ہوئے، صحابی ہیں، ان کا انتقال اسّی برس کی عمر میں ٨٠ ہجری میں ہوا۔ [ابن حجر :التقریب 298].

[2] مسلم: صحیح مسلم بشرح النووی 216/11.

[3] یسیر بن عمرو، یا ابن جابر کوفی ہیں، اور کہا گیا کہ ان کا نام أسیر ہے ان کی نسبت مختلف ہیں، کہا گیا کندی ہیں، اور اس کے علاوہ بھی نسبت کی گئی ہے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے، 85 ہجری میں ان کا انتقال ہوا، ان کی حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں تخریج کی گئی ہے۔ [ابن حجر: التقریب 607].

کے طریق پر جس میں نبی ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، فرماتے ہیں میں نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ[1] سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو خوارج کی بابت کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا: وہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے[2]۔

اور یہ قوم جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے حدیث میں ان پر قراء کے لقب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اور ابن حجر نے اپنے اس قول کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا ہے:

(...... ان (خوارج) کو قراء کہا جاتا تھا، تلاوت قرآن اور عبادت میں ان کی شدید جدوجہد کی وجہ سے انہیں قراء کہا جاتا ہے، سوائے اس کے کہ وہ قرآن کی اس طرح تفسیر کرتے تھے جو اس کا مقصود نہ تھا، اور وہ اپنے خیال میں پرہیزگاری اور زہد کے علاوہ اور چیزوں میں بہت فرماں بردار تھے....[3]

۲۔ فارسی مزدکی مذہب کے پیروکاروں کے ایک گروہ کا خوف اور نفاق[4] کی حالت میں اسلام میں داخل ہونا اور ان کا اپنے مزدکی عقیدے کو پھیلانے کے احتمال کا ایک معاملہ ہے، خاص طور پر الشیوعی کا مطالبہ اور لوگوں کے درمیان فضیلت اور ترجیح کی بنیاد پر مال کی تقسیم کی تردید اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بلکہ یہ مزدکی مذہب کے افکار کی بازگشت کے سوا کچھ نہیں جو فارس میں ظاہر ہوا تھا۔

اس مذہب کے اصولوں کے بارے میں الطبری کہتے ہیں:

فرقہ مزدکیہ:

مزدک اور اس کے پیروکاروں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں رزق پیدا فرمایا تاکہ لوگ ہمدردی سے اسے آپس میں تقسیم کر لیں لیکن لوگوں نے اس میں ظلم و زیادتی سے کام لیا لہٰذا ان مزدکیوں کا کہنا تھا کہ ہم اغنیا سے مال لے کر فقراء کو دیں گے اور جس کے ہاں مال و جائیداد اور عورتوں کی کثرت ہوگی وہ دوسرے لوگوں سے اس کا زیادہ حق دار نہیں اس کو کمینے لوگوں نے اپنے لیے بہترین موقع جانا اور انہوں نے مزدک اور اس کے چیلوں کی بھرپور مدد

---

[1] سہل بن حنیف بن وہب الأنصاری الاوسی، یہ بدری صحابی ہیں، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بصرہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا، اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا، ان کی حدیث صحاح ستہ میں تخریج کی گئی ہے۔ [ابن حجر: التقریب 257].

[2] البخاری: صحیح البخاری مع شرحه۔ [فتح الباری 303/12].

[3] ابن حجر: فتح الباری 296/12.

[4] ابن حجر: فتح الباری 283/12.

کی جس کی وجہ سے دیگر عوام کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا مزدکی گروہ کا اس قدر سخت غلبہ ہو چکا تھا کہ کسی بھی گھر میں لٹیرے بن کر داخل ہو جاتے تو صاحب خانہ ان کو مال وحرم سے نہیں بچا سکتا تھا......... اس کے اس بھونڈے کمینے پن کا نتیجہ یہ ہی نکلا کہ تھوڑے عرصے میں بچوں کے باپ کی پہچان مشکل ہو گئی۔ اور کوئی شخص عیش کے ساتھ کسی چیز کا مالک نہیں رہا[1]۔

اس سلسلے میں جائز ترجیح/ مشروع تفضیل کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کلام قابل غور ہے۔ جسے امام احمد نے مالک بن اوس[2] بن الحدثان کے طریق پر تخرج کیا ہے مالک بن اوس کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تین باتوں پر قسم کھایا کرتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم! اس مال کا ایک کی نسبت دوسرا کوئی شخص زیادہ حقدار نہیں (بلکہ سب برابر مستحق ہیں) اور میں بھی کسی دوسرے کی نسبت زیادہ مستحق نہیں ہوں، اللہ کی قسم! ہر مسلمان کا اس مال میں حق ہے سوائے اس غلام کے جو اپنے آقا کا اب تک مملوک ہے، البتہ ہم کتاب اللہ کے مطابق درجہ بندی کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا طریقہ تقسیم حاصل کریں گے۔ چنانچہ ایک آدمی وہ ہے جس نے اسلام کی خاطر بڑی آزمائشیں برداشت کیں، ایک آدمی وہ ہے جو قدیم الاسلام ہو، ایک آدمی وہ ہے جو اسلام میں رہا اور ایک آدمی وہ ہے جو ضرورت مند رہا، اللہ کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو ایسا ہو کر رہے گا کہ جبل صنعاء سے ایک چرواہا آئے گا اور اس مال سے اپنا حصہ وصول کرے گا اور اپنی جگہ جانور بھی چراتا رہے گا[3]۔

احمد شاکر کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

⑦ روایت نمبر (3،1/8) بیان کرتی ہے اس فتنہ کے بارے میں جو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ہوئی تھی، اور عبدالرحمٰن بن خنیس الاسدی کو مجلس میں کچھ لوگوں کی طرف سے مارا پیٹا گیا تھا، اور اس کے بعد کی تحریک قراء کا گروہ کوفہ سے شام تک نکالا گیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور یہ خبر مصادر کے درمیان تقریباً متفق علیہ ہے(٤٠)۔

⑧ اس روایت رقم (5،4،3/8) میں قبیلہ قریش کے خلاف کوفہ سے شام تک نکالے جانے والوں گروہ کے حملے اور ان پر قریش کے تسلط کو ناپسندیدگی کو بیان کرتی ہے اور اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب کا ذکر ہے۔

قریش کے ساتھ اہل کوفہ کے اس رویہ کی طرف اشارہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں کیا ہے۔

---

[1] الطبری : التاریخ2 / 92 ، 93.

[2] مالک بن اَوس بن الحدثان النصری، ابوسعید کنیت ہے مدینہ کے رہائشی، ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے ۹۲ ہجری میں فوت ہوئے اور کہا گیا ۹۱ ہجری میں فوت ہوئے تھے ان کی حدیث صحاح ستہ میں ہے۔ [ابن حجر: التقریب 516].

[3] أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) 1 / 281، 282.

وكان أكثر العرب الّذين نزلوا هذه الأمصار جفاة لم يستكثروا من صحبة النبيّ صلّى الله عليه وسلّم ولا ارتاضوا بخلقه مع ما كان فيهم من الجاهليّة من الجفاء والعصبيّة والتّفاخر والبعد عن سكينة الإيمان وإذا بهم عند استفحال الدّولة قد أصبحوا في ملكة المهاجرين والأنصار من قريش وكنانة وثقيف وهذيل وأهل الحجاز ويثرب السّابقين الأوّلين إلى الإيمان فاستنكفوا من ذلك وغصّوا به لما يرون لأنفسهم من التّقدّم بأنسابهم وكثرتهم ومصادمة فارس والرّوم مثل قبائل بكر بن وائل وعبد القيس بن ربيعة وقبائل كندة والأزد من اليمن وتميم وقيس من مضر فصاروا إلى الغضّ من قريش والأنفة عليهم، والتّمريض في طاعتهم والتّعلّل في ذلك بالتّظلّم منهم والاستعداء عليهم والطّعن فيهم.

اکثر عرب جو ان شہروں میں آ بسے تھے غیر مہذب سنگدل تھے جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے تربیت یافتہ نہ تھے اور نہ ریاضت سے آپ جیسے اخلاق پیدا کر سکے۔ علاوہ ازیں ان میں جاہلیت کی سنگدلی تعصب اور فخر ومباحات بھی پایا جاتا تھا اور وہ ایمانی سکون سے کوسوں دور تھے۔ پھر جب مملکت اسلامیہ کا دور شباب آیا تو انہیں مہاجرین و انصار کے زیر حکومت آنا پڑا جو قریش، کنانہ، ثقیف، ہذیل اور حجاز و یثرب والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ (آپ کو معلوم ہی ہے کہ لوگ ایک معمولی سی بات کا بتنگڑ بنا دیا کرتے ہیں چنانچہ لوگوں نے ان خیالات پر خوب روغن قاز ملا پھر انہیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کان میں بھی جا پھونکا۔ آپ نے تحقیق کے لیے ممالک محروسہ میں ایک وفد بھیج دیا جس میں ابن عمر، محمد بن سلمہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے۔ اس وفد نے امرا کی حالت میں کوئی تغیر نہیں دیکھا اور نہ ان میں کوئی قابل اعتراض بات پائی) یہ غیر مہذب عرب ان کی ماتحتی سے عار کرتے تھے اور اس سے ان کا دم گھٹتا تھا کیونکہ انہیں اپنی خاندانی شرافت کثرتِ تعداد اور فارس و روم کے قبائل (جیسے بکر بن وائل اور عبدالقیس بن ربیعہ) پر نیز یمن کے کندہ اور ازد کے قبائل پر اور مضر کے تمیم وقیس کے قبائل پر غالب آجانے کا بڑا ناز تھا۔ اس لیے قریش سے ان کا دم گھٹتا تھا اور یہ اپنی خودداری کی وجہ سے انہیں ناپسند کرتے تھے۔ ان کی اطاعت سے جی چراتے تھے اور ان کی فرمانبرداری سے بچنے کے لیے حیلے بہانے تراشتے تھے[1]۔

٩ رقم (3،2/10) کی روایت بیان کرتی ہے اہل کوفہ کے ایک گروہ کی طرف سے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو نکالے جانے پر جس وقت وہ مدینہ گئے تھے جب وہ وہاں سے واپس آئے تو جرعۃ کے مقام پر اہل کوفہ کے اس گروہ نے کوفہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا اور یوم جرعہ کے اس واقعہ کے دن کا ذکر صحیح مسلم کتاب الفتن وأشراط

---

[1] ابن شبه ، تاريخ المدينه 1141/3، البلازرى : انساب الاشراف ق 4 / 1 / 529، الطبرى : التاريخ 323/4 ، الاصفہانی : کتاب الاغانی 12 /141 -142.

[1] میں ہے۔ امام مسلم نے جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کے طریق سے اس کو صحیح مسلم میں تخریج کیا ہے، جندب بن عبد اللہ فرماتے ہیں: جِئْتُ يَوْمَ الْجَرَعَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ فَقُلْتُ لَيُهْرَاقَنَّ الْيَوْمَ هَاهُنَا دِمَاءٌ فَقَالَ ذَاكَ الرَّجُلُ كَلَّا وَاللَّهِ قُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ كَلَّا وَاللَّهِ قُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ كَلَّا وَاللَّهِ إِنَّهُ لَحَدِيثُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِيهِ قُلْتُ بِئْسَ الْجَلِيسُ لِي أَنْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ تَسْمَعُنِي أُخَالِفُكَ وَقَدْ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَنْهَانِي ثُمَّ قُلْتُ مَا هَذَا الْغَضَبُ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ وَأَسْأَلُهُ فَإِذَا الرَّجُلُ حُذَيْفَةُ .

جندب رضی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جرعہ کے دن وہاں آیا تو (وہاں) ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا: آج یہاں بہت خونریزی ہوگی۔ اس شخص نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں ہوگی۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! ضرور ہوگی اس نے کہا: واللہ! ہرگز نہیں ہوگی، میں نے کہا واللہ! ضرور ہوگی اس نے کہا: واللہ! ہرگز نہیں ہوگی، یہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو آپ نے مجھے ارشاد فرمائی تھی۔ میں نے جواب میں کہا: آج تم میرے لیے آج کے بدترین ساتھی (ثابت ہوئے) ہو۔ تم مجھ سے سن رہے ہو کہ میں تمھاری مخالفت کر رہا ہوں اور تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس کی بنا پر مجھے روکتے نہیں؟ پھر میں نے کہا: یہ غصہ کیسا؟ چنانچہ میں (ٹھیک طرح سے) ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کے بارے میں پوچھا تو وہ آدمی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے [2]۔

❀❀❀

[1] ابن خلدون : مقدمة تاريخ ابن خلدون 268/1.

[2] النووی: شرح صحيح مسلم 18/18.

۲ فتنہ بھڑکانے میں عبداللہ بن سبا کا کردار

روایت نمبر: (۱۱)[1]

فیما کتب بہ إلي السري، عن شعیب، عَنْ سَيْفٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ يَزِيدَ الْفَقْعَسِيِّ کہتے ہیں : کہ عبداللہ بن سباء صنعاء کا یہودی تھا اس کی والدہ سیاہ تھی وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر وہ مسلمانوں کے شہروں میں پھر کر انہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہا پہلے وہ حجاز گیا۔ پھر بصرہ اور کوفہ گیا پھر شام بھی گیا۔ مگر اہل شام میں سے کسی کو گمراہ نہ کر سکا۔ انہوں نے اس کو وہاں سے نکال دیا۔ وہاں سے وہ مصر گیا اور وہاں آباد ہو گیا مسلمانوں کے سامنے وہ (عجیب وغریب) باتیں کرتا تھا ان میں سے ایک یہ تھی۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت: عبداللہ بن سباء اہل مصر سے کہتا تھا کہ یہ بات عجیب وغریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آئیں گے'' تو وہ اس بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ بزرگ وبرتر نے کہا ہے: ''إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ[2]۔ بے شک جس نے قرآن (مجید) تم پر فرض کیا وہ تمہیں آخرت کی طرف لوٹانے والا ہے''۔

رجعت کا مسئلہ: اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بہ نسبت لوٹنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

چنانچہ اس کی یہ بات (بعض لوگوں نے) مان لی اور رجعہ کا مسئلہ مقرر ہو گیا[3] اور لوگ اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔

وصی پیغمبر: اس کے بعد وہ کہنے لگا: ''گزشتہ زمانے میں ایک ہزار پیغمبر تھے اور ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے''۔

پھر وہ کہنے لگا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خاتم الانبیاء تھے اور (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء تھے''۔

(آگے بڑھ کر) وہ کہنے لگا: ''اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے حق کو غصب کر کے امت اسلامیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہو''۔

---

[1] کتاب تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلہ تاریخ الطبری [الطبری، أبو جعفر 4 / 340-341] .

[2] القصص : 85.

[3] اس سے مراد اموات کا دنیا میں لوٹ کر آنا۔ (الأشعری: مقالات الاسلامیین 15).

اس کے بعد وہ مسلمانوں سے یہ کہنے لگا: عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت پر ناحق قبضہ کرلیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ وصی موجود ہیں اس لیے تم اس کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ اس کا آغاز اپنے حکام پر طعن و تشنیع سے کرو اور یہ ظاہر کرو کہ تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اس طرح تم عوام کو اپنی طرف مائل کر سکو گے۔ اس کے بعد تم انہیں اس کام کی طرف بلاؤ۔

اس طرح اس نے (اس تحریک کا) پروپیگنڈا کرنے والوں کو چاروں طرف بھیجا اور وہ جو شہروں میں فساد برپا کر رہے تھے، ان سے اس نے خط و کتابت کی اور وہ لوگ اس سے خط و کتابت کرتے رہے یہ لوگ پوشیدہ طور پر اپنی تحریک کی طرف عوام کو دعوت دیتے رہے مگر بظاہر وہ نیک کاموں کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے تھے۔

یہ لوگ مختلف شہروں کے لوگوں کے ساتھ خطوط بھی بھیجتے تھے اور بظاہر ان خطوں میں وہ اپنے حکام پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ دوسرے ساتھی بھی اس طرح ان سے خط و کتابت کرتے تھے۔

اس کے علاوہ (ایک پوشیدہ سازشی جماعت ہونے کی حیثیت سے) ہر شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگوں کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے اس طرح ہر ایک شہر دوسرے شہر کی کارگزاری کو (لوگوں کے سامنے) پڑھ کر سناتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی خبریں مدینہ تک پہنچ گئیں۔

ان لوگوں نے تمام ممالک میں (اس تحریک کی) نشر و اشاعت وسیع کر دی تھی وہ جو کہتے تھے اس سے برخلاف مراد لیتے تھے مثلاً ہر شہر کے لوگ یہ کہا کرتے تھے ''ہم خیر و عافیت کے ساتھ میں اور ان چیزوں میں مبتلا نہیں ہیں جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں سوائے اہل مدینہ کے''۔

اس قسم کی اطلاعات تمام شہروں سے آئی تھیں ''ہم جس چیز میں مبتلا ہیں اس سے بخیر و عافیت ہیں'' یہ خبریں اہل مدینہ تک بھی پہنچیں تو وہ اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ''اے امیر المومنین! کیا آپ کو بھی وہ اطلاعات ملی ہیں جن سے ہم باخبر ہیں؟''۔

وہ بولے: ''نہیں، میرے پاس سلامتی کی خبریں آ رہی ہیں''۔

اہل مدینہ بولے: ''ہمارے پاس ایسی خبریں موصول ہوئی ہیں''۔

اس کے بعد انہوں نے وہ کچھ بیان کیا جو انہیں معلوم ہوا تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میرے شریک کار رہو اور مسلمان اس کے گواہ ہیں اس لیے تم مجھے مشورہ دو''۔

اہل مدینہ بولے: ''ہم آپ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ قابل اعتماد افراد کو مختلف شہروں میں بھیجیں تاکہ وہ صحیح

اطلاعات لے کر واپس آئیں''۔

چنانچہ آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ انہیں کوفہ کی طرف بھیجا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مصر بھیجا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شام بھیجا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی دیگر علاقوں کی طرف بھیجا۔

یہ سب سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے واپس آ گئے اور سب نے یہ کہا: ''اے لوگو! ہم نے وہاں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی اور نہ وہاں کے خواص وعوام کو کوئی ناخوشگوار معاملے کا علم ہے۔ مسلمانوں کو اپنے معاملات پر اختیار حاصل ہے ان کے حکام ان کے درمیان عدل وانصاف کرتے ہیں اور ان کی خبر گیری رکھتے ہیں''۔

سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے واپس آنے میں تاخیر کر دی یہاں تک کہ یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ ناگہانی طور پر شہید نہ کر دیئے گئے ہوں آخر کار اچانک عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کا یہ خط آیا کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو مصر کے ایک گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا اور ان کے پاس لوگ اکٹھے ہونے لگے ہیں جن میں مندرجہ ذیل افراد بھی شامل ہیں:

١. عبداللہ بن السوداء
٢. خالد بن ملجم
٣. سودان بن حمران[1]
٤. کنانہ بن بشر[2]

❀❀❀

[1] سودان بن حمران السکونی المرادی، ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بغاوت کرتے ہوئے ان کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ (الطبری: التاریخ 348/4، 391، 392).
[2] کنانہ بن بشر بن عتاب التجیبی، یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ پر خروج کیا تھا، ٣٨ ہجری میں مصر میں قتل ہوا۔ (الطبری: التاریخ 103/5، 378/4).

روایت نمبر: (۱۲)

أخبار أبي ذر رحمه اللّٰه تعالى

امام طبری لکھتے ہیں:

۳۰ ہجری میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں شام سے مدینہ کی طرف بھجوایا۔

انہیں شام سے بھجوانے کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے اکثر باتیں ایسی ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا ہوں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی یہ روایت سیف بیان کرتے ہیں کہ جب ابن السوداء (ابن سباء) شام آیا تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر تعجب نہیں کہ وہ کہتے ہیں: ''مال اللہ کا مال ہے۔ جب ہ ہر چیز اللہ کی ہے۔ ایسا اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر تمام مال اپنے لیے مخصوص کر لیں اور مسلمانوں کا نام تک مٹا ڈالیں''۔

یہ سن کر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''کیا وجہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے مال کو اللہ کا مال کہتے ہیں''۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بولے: ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں اور مال اس کا مال نہیں ہے اور یہ مخلوق اس کی مخلوق نہیں اور اصل حکم اس کا نہیں ہے''۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ یہ بات نہ کہیں میں اس کا قائل نہیں ہوں کہ یہ تمام چیزیں اللہ کی نہیں ہیں مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے''۔

ابن السوداء پھر سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے: ''تم کون ہو؟ واللہ! میرے خیال میں تم یہودی ہو''۔ پھر وہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور کہنے لگے: ''واللہ یہی وہ شخص ہے جس نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو آپ کے برخلاف کیا''۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام میں قیام کے دوران اس قسم کا وعظ و تلقین فرمایا کرتے تھے: ''اے دولت مند لوگو! تم غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرو۔ وہ لوگ جو سونا، چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے میں صرف نہیں کرتے! تم

انہیں آگ کے ٹھکانے کی خوشخبری سناؤ جہاں ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشت پر داغ لگایا جائے گا''۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اسی قسم کی تقریریں کرتے رہے یہاں تک کہ غریب طبقے پر ان باتوں کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے دولتمندوں کو بھی (ان باتوں پر) مجبور کیا اور دولت مند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ میرے لیے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں اور ایسی ویسی باتیں کہتے پھرتے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا: ''فتنہ وفساد کی جڑیں نمودار ہوگئی ہیں۔ اب وہ پھوٹنا چاہتا ہے تم اس زخم کو مت چھیڑو۔ بلکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیج دو ان کے ساتھ نرمی کرو۔ ان کے لیے زادراہ مہیا کر کے ایک رہنما کے ساتھ انہیں بھیجو۔ جہاں تک ممکن ہو عوام کو روکے رکھو کیونکہ تمہارا یہ نظم وضبط تمہارے کام آئے گا''۔

چنانچہ (حسب ہدایت) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک رہنما کے ساتھ روانہ کردیا۔ جب وہ مدینہ آئے تو وہاں انہوں نے مختلف قسم کی خفیہ مجالس دیکھیں اس پر انہوں نے یہ پیشین گوئی کی: ''تم اہل مدینہ کو سخت غارت گری اور یادگار جنگ کی خوشخبری سنادو''۔

جب وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''کیا بات ہے اہل شام تمہاری شکایت کرتے ہیں؟'' اس پر انہوں نے جواب دیا: ''(مسلمانوں کے مال کو) اللہ کا مال کہنا مناسب نہیں ہے۔ نیز دولتمندوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مال ودولت جمع کریں''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! میرا یہ فرض ہے کہ میں اپنے فرائض ادا کروں اور رعایا کے ذمہ جو واجبات ہوں انہیں وصول کروں میں انہیں زاہد بننے پر مجبور نہیں کرسکتا البتہ انہیں محنت کرنے اور کفایت شعار بننے کی تلقین کرسکتا ہوں''۔

اس پر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ مجھے مدینہ سے باہر رہنے کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ مدینہ اب میرا گھر نہیں رہا ہے''۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم مدینہ کے بجائے اس سے بدتر مقام پر رہنا چاہتے ہو؟''۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ جب مدینہ کی عمارتیں سلع[1] تک (خفیہ اڈے) بن جائیں تو میں وہاں سے نکل جاؤں''۔ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایسی صورت میں جو تمہیں حکم

[1] سلع: مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کو کہتے ہیں (یاقوت: معجم البلدان 236/3).

ملا ہے اس کی تعمیل کرو''۔

چنانچہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے نکل کر ربذہ[1] چلے گئے وہاں انہوں نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اونٹوں کا ایک ریوڑ دے دیا تھا اور دو غلام بھی دیئے نیز یہ پیغام بھی بھیجا: ''تم مدینہ آیا کرنا کہ تم بدو (اعرابی) نہ بن جاؤ''۔ چنانچہ وہ اسی پر عمل کرتے تھے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۱۳)[2]

مما كتب إليَّ السري ، عن شعيب ، عن سيف ، عن عطية ، عن يزيد الفقعسي ، کہتے ہیں کہ: ایک شخص حکیم بن جبلہ[3] کے پاس آ کر ٹھہرا۔ حکیم بن جبلہ چور تھا جب مسلمانوں کی فوجیں لوٹتی تھیں تو وہ پیچھے رہ جاتا تھا اور فارس کے علاقے میں جا کر اہل ذمہ کو لوٹتا تھا۔ فتنہ وفساد برپا کرتا تھا اور جو چاہتا لوٹ لیتا تھا اور پھر واپس آ جاتا، اہل ذمہ اور اہل قبلہ دونوں نے اس کی شکایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کی۔ انہوں نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اسے اس جیسے لوگوں کو قید کر دیں اور وہ بصرہ سے نکلنے نہ پائیں تا آنکہ ان کی اصلاح نہ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے اسے قید کر دیا اور اس کے لیے ممکن نہیں ہوا کہ وہ وہاں سے نکل جائے۔

جب ابن السوداء بصرہ آیا تو وہ اس کے پاس ٹھہرا اور کافی تعداد اس کے پاس جمع ہونے لگی۔ ابن السوداء نے ان سے مجمل باتیں کیں اور ان کی تصریح نہیں کی تاہم لوگ ان باتوں کو ماننے لگے اور انہیں اہمیت دینے لگے۔ ابن عامر رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور پوچھا ''تم کون ہو'' وہ بولا وہ اہل کتاب میں سے تھا جس نے اسلام کو قبول کیا اور اب وہ وہاں رہنا چاہتا ہے۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا ''تم یہاں سے چلے جاؤ'' چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ چلا گیا۔ جب وہاں سے بھی ٹالا گیا تو وہ مصر

---

[1] الربذۃ: مدینہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات اور اس سے تین دن کی دوری پر واقع ہے (یاقوت: معجم البلدان ٢٤/٣)۔ یہ الحانکیہ قصبے کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور الحانکیہ مدینہ سے تقریباً ایک سو کلو میٹر کے فاصلے پر قصیم کے راستے پر واقع ہے۔ (عاتق البلادي : معجم المعالم الجغرافية في السيرة النبوية ص136)۔

[2] تاریخ طبری: 4/326، 327۔

[3] حکیم بن جبلہ العبدی، بصرہ میں آ کر رہائش اختیار کی، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے سیدنا عثمان پر خروج کیا تھا، بصرہ میں 36 ہجری میں قتل ہوا امام ذہبی نے اس کی تعریف کی اور شاید وہ اس کے علاوہ کوئی اور تھا جس کا ذکر فتنے میں ہے۔ لیکن ناموں میں دونوں کی مماثلت نے لوگوں کے درمیان یہ الجھن پیدا کر دی ہے۔ (الذہبی : سیر اعلام 531/3)۔

میں رہنے لگا اور ان لوگوں سے خط وکتابت کرنے لگا بلکہ فریقین کے مابین لوگوں کی آمد ورفت بھی شروع ہوگئی۔

❀❀❀

﴿سیف بن عمر کی پیش کردہ نصوص پر تنقید﴾

امام طبری کی بواسطہ سیف بن عمر کی روایت پر ڈاکٹر خالد الغیث کی تعلیق:

سیف بن عمر کی مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی فتنہ میں یہودیوں کا کردار تھا۔ اور یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث بنا۔ سیف کی روایتوں میں جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ قرآن کریم کے اس قول کے مطابق ہے کہ یہودی اسلام اور مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ[1].

اورتم سے یہود اور نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہیں کروگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا[2].

آپ سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔

اگرچہ اس وقت یہودیوں کے پاس کوئی مضبوط ریاست نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے یہودی قوم کا تذکرہ ملت اسلامیہ کے دشمنوں میں سب سے آگے کیا ہے کہ ان کا اس دشمنی میں ذکر ان کے سرگرم کردار کی وجہ سے ہے۔

❀❀❀

[1] [البقرة : ١٢٠].

[2] [المائده : ٨٢]

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی فتنہ میں یہودیوں کا کردار

امام طبری کی بواسطہ سیف بن عمر کی روایت پر ڈاکٹر خالد الغیث کی تعلیق:

سیف بن عمر کی مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والی فتنہ میں یہودیوں کا کردار تھا۔ اور یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا باعث بنا۔ سیف کی روایتوں میں جس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ قرآن کریم کے اس قول کے مطابق ہے کہ یہودی اسلام اور مسلمانوں کے سب سے زیادہ دشمن ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ[1].

1۔ اور تم سے یہود اور نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہیں کرو گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا[2]

آپ سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔

اگرچہ اس وقت یہودیوں کے پاس کوئی مضبوط ریاست نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے یہودی قوم کا تذکرہ ملت اسلامیہ کے دشمنوں میں سب سے آگے کیا ہے کہ ان کا اس دشمنی میں ذکر ان کے سرگرم کردار کی وجہ سے ہے۔

2۔ پچھلی روایات میں عبداللہ بن سبا کی شخصیت کا ذکر آیا ہے اور اس شخصیت کا ذکر متعدد مصادر میں ہوا ہے جن میں سے درج ذیل بھی شامل ہیں۔ (جیسا کہ پچھلے ملحق روایت میں ذکر کیا گیا ہے)

(۱) ابن أبي عاصم ، كتاب السنة[3].

---

[1] [البقرة : ١٢٠].

[2] [المائدہ : ٨٢].

[3] (٢/٦٧٤)۔

کتاب السنہ میں ابن ابی عاصم نے ابوالجلاس کے طریق پر عبداللہ بن سباء سے ایک روایت کی تخریج کی ہے۔(أبو الجلاس الكوفي ، مجهول ہے جیسا کہ۔ (ابن حجر: تقریب التہذیب ٦٣). میں کہا ہے۔

② الكشي ، كتاب الرجال[1]

اور الکشی نے کتاب الرجال میں محمد بن قولویہ القمی کے طریقے پر پانچ روایات کی تخریج کی ہے۔(محمد بن قولویہ القمی ، یہ الکشی کا شیخ ہے[2]۔

③ ابن عساکر نے عبداللہ بن سباء کا تذکرہ تاریخ دمشق میں کیا ہے۔(ترجمة عبد الله بن سالم ترجمة عبد الله بن أبي عائشة[3].

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں تیرہ (۱۳) روایتوں کا ذکر کیا ہے، ان میں تین روایات سیف بن عمر کی ہیں اور بقیہ روایات درج ذیل سے مروی ہیں:

1. امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ
2. ابوالطفیل رضی اللہ عنہ[4]
3. زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ[5]، ان سے عبداللہ بن سباء کے بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔
4. ابی الزعراء[6]
5. حجية بن عدى الكندى رحمۃ اللہ علیہ[7]

[1] (ھ٩).
[2] (الكشى :كتاب الرجال٦).
[3] (تحقيق مطاع الطرابيشي) ١-٧.
[4] (یہ عامر بن واثلہ بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، معرکہ احد والے سال ان کی پیدائش ہوئی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے، ۱۱۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ،اور یہ صحابہ میں وہ صحابی ہیں جن کا انتقال سب سے آخر ہوا، ان کی احادیث صحاح ستہ میں ہیں.
[5] زید بن وہب الجہنی، کنیت ابوسلیمان ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں، مخضرم ہیں، ثقہ جلیل القدر ہیں، اسی کی دھائی کے بعد وفات پائی ہے، اور کہا گیا ۹٦ ہجری میں انتقال ہوا ہے، ان کی احادیث اصحاب صحاح ستہ نے تخریج کی ہے۔(ابن حجر: التقریب ۲۲۵).
[6] یہ یحیی بن ولید طائی ہیں، کوفی ہیں، ان کے ساتھ روایت کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے، ساتویں طبقے سے ان کا تعلق ہے، ان سے ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے۔(ابن حجر: التقریب ۵۹۸).
[7] یہ صدوق ہیں لیکن خطاء کرتے ہیں، تیسرے طبقے کے راوی ہیں، ان کی حدیث کی تخریج امام ترمذی نے کی ہے۔(ابن حجر: التقریب ۱۵۴).

٦ أبی الجلاس رحمۃ اللہ علیہ کی عبد اللہ بن سباء کے بارے میں دو روایتیں ہیں

٧ سماک رحمۃ اللہ علیہ [1]

٨ جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ [2]

٩ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منهاج السنة النبوية [3]:

اور منہاج السنہ النبویہ میں دو روایتیں ہیں جو ابن تیمیہ نے امام شعبی کے طریق سے نقل کی ہیں۔

3۔ سابقہ روایات میں بتایا گیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا اور اسلام کے اندر داخل ہو کر اسے ختم کرنے کی امید میں اس نے اسلام قبول کیا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس قوم کے دشمن اسلحے کے زور پر اسلام کو تباہ کرنے سے مایوس ہو گئے۔ وہ اپنے مقصد تک پہنچنے کی امید میں اپنے پرانے ہتھیار جو کہ نفاق کا ہتھیار رہے، کی طرف لوٹ آئے، خاص طور پر چونکہ وہ وحی جو منافقین کو بے نقاب کر رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے رک گئی تھی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ عبد اللہ بن سبا نے اسلام قبول کرنے کے ذریعے دین اسلام کو تباہ کرنے کا یہودی منصوبہ بنایا تھا، اس سے پہلے یہودیوں نے (پال/ بولس) [4] کے قیام کے ذریعے نصرانیت میں داخل ہو کر اور عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مبارکہ میں مبالغہ آرائی کے ذریعے دین نصرانیت کو بگاڑا تھا۔

4۔ پچھلی روایتوں میں فتنہ میں ابن سبا کے کردار کے بارے میں بات کی گئی تھی۔

---

[1] سماک بن حرب الذہلی البکری، کوفہ کے رہنے والے ہیں، کنیت ابو المغیرہ ہے، صدوق ہیں آخری عمر میں حافظے میں تغیر پیدا ہو گیا تھا، چوتھے طبقے سے تعلق ہے ۱۲۳ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے، امام بخاری نے ان کی حدیث کو معلقاً تخریج کیا ہے اس کے سنن اربعہ نے ان کی حدیث کو تخریج کیا ہے۔ (ابن حجر: ۲۵۵).

[2] یہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، صدوق ہیں، فقیہ امام ہیں چھٹے طبقے سے تعلق ہے ان کا ۱۴۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے، ان سے امام بخاری نے الادب المفرد میں حدیث نکالی ہے، سنن اربعہ میں ان کی حدیث ہے۔ (ابن حجر: التقریب ۱۴۱).

[3] ابن تيمية : منهاج السنة النبوية (٢٩ ، ٢٣/١)

[4] بولس (ت ۶۴م) اسے شاول کہا جاتا ہے۔ قدیم ترکی کے شہر طرطوس میں پیدا ہوا، رومی قوم سے تعلق رکھتا تھا، دین اس کا یہودیت تھا، وہ نصاریٰ پر سخت ظلم کرتا تھا لیکن اس بولس نے اچانک نصرانیت اختیار کر لی اور اس میں فساد پیدا کر دیا اور اس نے نصرانیت میں بہت سے عقائد داخل کر دیئے، مسیح کی معبودیت، گناہ اور کفارہ جیسے عقائد نصرانیت میں داخل کر دیئے۔

اس نکتے پر متعدد معاصر محققین نے سوال کیا ہے۔ ان میں [1]:

(۱) ليفي دلّافيدا ، فريد ليندر ، يوليوس فلهوزن .

یہ عجیب بات ہے کہ ان مستشرقین نے ان روایات کے بارے میں اپنے شبہات کی بنیاد سیف بن عمر کی ان روایات کو اس کے منفرد ہونے پر ڈالی ہے اور کتب الرجال میں سیف بن عمر چونکہ ضعیف ہے لہٰذا یہ روایات اس کا انفراد ہیں [2]، جیسا کہ ان مستشرقین نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں کبھی بھی صحیح کلمہ تک نہیں لکھا۔

مستشرق لیونی کیتانی اور اس کی رائے کا خلاصہ جس میں اس نے ابن سبا سے متعلق شک کا اظہار کیا ہے وہ یہ ہے:

(۱) ابن سبا کا ذکر پچھلے مصادر میں نہیں تھا [3]۔

عہد راشدین میں سیف بن عمر کی روایات میں جس قسم کی سازشوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کا وقوع پذیر ہونا ناممکن ہے اور یہ کہ ان واقعات کا فطری مقام عباسی دور ہے۔

ان دینی وجوہات کی نفی کرنا جو تنازعات کو جنم دیتے ہیں اور اسے سیاسی، انتظامی اور اقتصادی وجوہات سے منسوب کرنا۔

شیعہ مصنف مرتضی العسکری، اس نے اپنے شک کی بنیاد سیف بن عمر کی کتب الرجال میں اس کی تضعیف پر رکھی [4]، اور یہ کہ عبداللہ بن سبا کے بارے میں یہ خبریں سیف کی خود ساختہ اختراع کنندہ ہیں اور اس کے تفردات ہیں [5]۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ العسکری اپنی آراء میں کوئی نئی چیز نہیں لایا، بلکہ اس نے ليفي دلافيدا ، وفريد ليندر ، ويوليوس فلهوزن کی اتباع کی۔

ابن سبا کا تذکرہ دوسرے اہم مصادر مثلاً ابن سعد اور البلاذری میں نہیں ہے [6]۔

[1] ان مستشرقین کے خیال کو متعدد محققین نے بڑی وسعت کے ساتھ ردّ کیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر سعدي الهاشمي ہیں جنہوں نے اپنی کتاب: ابن سبأ حقيقة لا خيال ۵،۷. ڈاکٹر سلیمان العودۃ نے: عبد الله بن سبأ وأثره في أحداث الفتنة في صدر الإسلام ٢٦. ڈاکٹر أحمد مغربی: دور اليهود في الفرق الباطنية ١٩.

[2] د . عبد الرحمن بدوي : مذاهب الإسلاميين ٢/٣٩.

[3] د . عبد الرحمن بدوي : مذاهب الإسلاميين ٢/٣٩.

[4] د . عبد الرحمن بدوي : مذاهب الإسلاميين ٥٣.

[5] مرتضى العسكري : عبد الله بن سبأ وأساطير أخرى ١/٧٥ ، مرتضى العسكري : عبد الله بن سبأ وأساطير أخرى ٢/٥٣١.

[6] طه حسين : الفتنة الكبرى (عثمان) ٣٢١

(۱) کہ یہ خبریں سیف بن عمر کے تفردات میں سے ہیں[۱]۔

(۲) فتنے/بغاوت کو سیاسی، معاشی اور سماجی وجوہات سے منسوب کرنا[۲]۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ طٰحہ حسین جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ مستشرقین کے پہلے سے بیان کردہ خیالات کی تکرار ہے۔

ڈاکٹر عبدالعزیز الہلابی، اورانہوں نے اس خبروں پر شک کا اظہار ان روایات میں سیف بن عمر کے متفرد ہونے کی وجہ سے کیا[۳]۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس کی رائے سے پہلے اس رائے کا اظہار کرنے والے ليفي دلّافيدا ، وفريدليندر ، ويوليوس فلهوزن تھے۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے فتنے میں ابن سبا کے کردار کے بارے میں سیف بن عمر کی روایتوں میں شک کرنے والوں کی آراء کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین نے سب سے پہلے اس معاملے میں شک کا اظہار کیا اور پھر ان کے بعد آنے والوں نے ان کی پیروی کی۔ اور انہیں مستشرقین کے ان شبہات کا حوالہ دیتے رہے۔

جہاں تک ان مستشرقین کے اقوال کی حقیقت کا تعلق ہے تو اس کا بیان کچھ یوں ہے۔

[۱] مستشرقین کے ان اقوال کے بارے میں کہ یہ خبر سیف بن عمر کے گرد گھومتی ہے جو رجال کی کتابوں میں ضعیف قرار دیا گیا ہے، یہ ایک ایسا قول ہے جس میں دھوکہ اور فریب ہے۔ کیونکہ سیف میں جو ضعف تھا، اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جب وہ حدیث نبوی کو بیان کرتا ہے، نہ کہ جب وہ تاریخی خبریں بیان کرتا ہے۔ (جیسا کہ ہم نے فصل اول میں سیف کے حالات کے بارے میں بیان کر دیا ہے اس معاملے کی بابت میں۔ ڈاکٹر خالد الغیث)

ان شاء اللہ اس فصل کا ترجمہ الگ سے ترجمہ کر کے بیان کیا جائے گا تا کہ تاریخ کے طالب علم اس ترجمے سے سیف کی مرویات کے بارے میں فائدہ اٹھائیں۔ (ابو مصعب الاثری)

[۲] اور ان مستشرقین کا یہ کہنا کہ ابن سبا سے متعلق خبریں بیان کرنے میں سیف بن عمر منفرد ہے اور ابن سباء کا ذکر سابقہ مصادر میں بیان نہیں کیا گیا ہے۔

---

[۱] طه حسين : الفتنة الكبرى (عثمان) ٣٢١

[۲] طه حسين : الفتنة الكبرى (عثمان) ٣٢١

[۳] د . عبد العزيز الهلابي : عبد الله بن سبأ ٦٨

یہ ایک غیر صحیح قول ہے، کیونکہ ابن سبا کے بارے میں خبریں راویوں کے جم غفیر کے ذریعے ذکر کی گئی ہیں، جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو سیف بن عمر سے پہلے تھے۔

یہ اس حقیقت کے علاوہ ہے کہ ان مستشرقین کے یہ اقوال ان محدود مصادر کا نتیجہ ہیں جن کی طرف ان مستشرقین نے رجوع کیا جو کہ ابن سباء سے متعلق تھے۔

۳ ان کا یہ کہنا کہ عباسی دوران واقعات کا فطری مقام ہے اور عہد خلفاء الراشدین میں اس معاملے کے وقوع پذیر ہونا خارج از امکان اور دور کی بات ہے۔

ان مستشرقین کی یہ شدہ دلیل مردود ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ اور مدینہ میں مشرکین، منافقین اور یہودیوں کی سازشوں کا سامنا کہیں زیادہ تھا جو سازشیں خلفاء الراشدین کے دور میں ہوئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ

اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں، وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے[1]۔

۴ جہاں تک ان مستشرقین کے ان مذہبی وجوہات سے انکار کا تعلق ہے جو فتنے کو جنم دیتے ہیں اور اس کو سیاسی، انتظامی اور اقتصادی وجوہات سے منسوب کرتے ہیں۔

مستشرقین کا اس انکار سے مقصد فتنے کے دور میں یہودیوں کے کردار کو خارج کرنا ہے، اور یہودیوں کے فتنہ پیدا کرنے کے اس کردار کو خارج کرنا یہ امر بعید از صواب ہے، کیونکہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے ہیں، اہل کتاب اسی وقت سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ

اکثر اہل کتاب تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں کفر کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں، اپنے اندر کے حسد کی وجہ سے،

[1] (الانفال: ۳۰).

حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے[1]۔

5 روایت نمبر (۱۲) نے ذکر کیا ہے کہ ابن سبا جس وقت شام میں تھا تو ابن سبا نے، ابوذر، ابوالدرداء اور عبادہ بن الصامت سے رابطہ کیا، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اس نکتے کے حوالے سے ضروری ہے کہ ابن سبا کے ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ رابطے اور ان پر ان کے اثر و رسوخ میں فرق کیا جائے، کیونکہ ابن سبا کی ان سے ملاقات ایک قابل اعتبار معاملہ ہے کہ ابن سبا شام میں ان کی موجودگی کے وقت موجود تھا۔ اس کے بارے میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ ابن سبا نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکایا تھا، مال جمع کرنے کے شرعی ہونے کے بارے میں، تو اس مسئلہ میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ دنیا سے روگردانی اور اس سے زہد کی صفات تو ابوذر رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہی پیوست تھیں۔

پس امام بخاری نے صحیح بخاری میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے حدیث کی تخریج کی ہے کہتے ہیں:

قال: النبي صلى الله عليه وسلم: يا ابا ذر، اتبصر احدا؟ , قال: فنظرت إلى الشمس ما بقي من النهار وانا ارى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرسلني في حاجة له، قلت: نعم، قال: ما احب ان لي مثل احد ذهبا انفقه كله إلا ثلاثة دنانير.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! کیا احد پہاڑ تو دیکھتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے کسی کام کے لیے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں (احد پہاڑ میں نے دیکھا ہے) آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو میں اس کے سوا دوست نہیں رکھتا کہ صرف تین دینار بچا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے راستے میں) دے ڈالوں[2]۔

جیسا کہ امام نسائی نے اپنی سنن میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جئت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو جالس في ظل الكعبة، فلما رآني مقبلا , قال:" هم الاخسرون ورب الكعبة" , فقلت: ما لي لعلي انزل في شيء؟ قلت: من هم فداك ابي وامي، قال:" الاكثرون اموالا، إلا من قال هكذا وهكذا وهكذا حتى بين يديه وعن يمينه

---

[1] (البقرة)

[2] البخاري : صحيح البخاري مع شرحه ، فتح الباري ٣/٣١٩

وعن شماله.

ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، آپ خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ نے ہمیں آتے دیکھا تو فرمایا: "وہ بہت خسارے والے لوگ ہیں، رب کعبہ کی قسم"! میں نے (اپنے جی میں) کہا: کیا بات ہے؟ شاید میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے، میں نے عرض کیا: کون لوگ ہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں؟ آپ نے فرمایا: "بہت مال والے، مگر جو اس طرح کرے، اس طرح کرے" یہاں تک کہ آپ اپنے سامنے، اپنے دائیں، اور اپنے بائیں دونوں ہاتھ سے اشارہ کیا[1]۔

آخر میں یہ جان لینا اس قابل ہے کہ ابن سبا کی شام میں موجودگی بدامنی کو ہوا دینے کے لیے تھی۔ لہٰذا یہ بات بعید نہیں کہ اس نے فتنہ کو بھڑکانے کے لیے اس چیز کو استعمال کیا ہو جس کے بارے میں ابوذر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے۔ ابن سبا کے اس فعل نے اس خبر کو نقل کرنے والے کے لیے معاملہ الجھا دیا ہو، اس لیے اس ناقل نے یہ سمجھا کہ ابن سبا ہی نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو متاثر کیا تھا۔

٦ روایت نمبر (١٢) میں ابوذر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو کچھ ہوا اس کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ ان سے مال جمع کرنے کی شرعی حیثیت کے بارے میں بات کی گئی ہے[2] (١٣)۔ اس کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلوا لیا۔

اس خبر کی تائید اس خبر سے ہوتی ہے جسے بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن وہب کے ذریعے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"عن زيد بن وهب , قال:" مررت بالربذة فإذا انا بابي ذر رضي الله عنه، فقلت له: ما انزلك منزلك هذا؟ , قال: كنت بالشام فاختلفت انا ومعاوية في الذين يكنزون الذهب , والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله، قال معاوية: نزلت في اهل الكتاب , فقلت: نزلت فينا وفيهم، فكان بيني وبينه في ذاك، وكتب إلى عثمان رضي الله عنه يشكوني، فكتب إلي

---

[1] محمد ناصر الدين الألباني : صحيح سنن النسائي ١٢/٢٥

[2] ابن عبدالبر کہتے ہیں: سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے متعلق کثرت سے آثار ذکر کئے گئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو بھوکا اور ننگا دیکھ کر بھی اپنے لیے دولت کا خزانہ جمع کرے کہ ضرورت سے زائد مال جو جمع کیا جاتا ہے وہ کنز کے زمرے میں ہے اور ایسا فعل کرنے والے کی مذمت کی جاتی ہے، اور اس بارے میں آیت وعید جو سورۃ توبہ میں نازل کی گئی ہے، اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد والوں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے اس عقیدے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ آیت وعید ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔ (ابن حجر: فتح الباری ٣٢١ / ٣)

النووی نے کہا: اور صحیح قول یہ ہے جس پر جمہور ہیں کہ کنز وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔ لیکن اگر آپ اس مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو یہ کنز نہیں ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ۔ (النووي: شرح صحیح مسلم ٧٧ / ٧).

عثمان ان اقدم المدينة فقدمتها، فكثر علي الناس حتى كانهم لم يروني قبل ذلك، فذكرت ذاك لعثمان , فقال لي: إن شئت تنحيت فكنت قريبا فذاك الذي انزلني هذا المنزل، ولو امروا علي حبشيا لسمعت واطعت".

زید بن وہب نے کہا کہ میں مقام ربذہ سے گزر رہا تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے۔ میں نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آ گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں شام میں تھا تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے میرا اختلاف (قرآن کی آیت) "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے" کے متعلق ہو گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں یہ کہتا تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ہمارے متعلق بھی یہ نازل ہوئی ہے۔ اس اختلاف کے نتیجہ میں میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ (جو ان دنوں خلیفۃ المسلمین تھے) کے یہاں میری شکایت لکھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں چلا آیا۔ (وہاں جب پہنچا) تو لوگوں کا میرے یہاں اس طرح ہجوم ہونے لگا جیسے انہوں نے مجھے پہلے دیکھا ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے لوگوں کے اس طرح اپنی طرف آنے کے متعلق عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو یہاں کا قیام چھوڑ کر مدینہ سے قریب ہی کہیں اور جگہ الگ قیام اختیار کر لو۔ یہی بات ہے جو مجھے یہاں (ربذہ) تک لے آئی ہے۔ اگر وہ میرے اوپر ایک حبشی کو بھی امیر مقرر کر دیں تو میں اس کی بھی سنوں گا اور اطاعت کروں گا[1]۔

روایت نمبر (۱۲) میں بتایا گیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی خواہش کی بنا پر مدینہ کو چھوڑ کر ربذہ میں سکونت اختیار کی تھی۔

اس خبر کی تائید درج ذیل روایت کر رہی ہے:

① اس روایت کو بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن وہب سے روایت کیا ہے۔

② اور اس میں ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے الربذہ جانے کی اجازت مانگی۔

ما أخرجه ابن سعد في طبقاته[2] ، قال : أخبرنا عفان بن مسلم[3] وعمرو بن عاصم

---

[1] البخاري : (صحيح البخاري مع شرحه فتح الباري ٣١٩/٣) .

[2] ابن سعد : الطبقات ٤/٢٣٢.

[3] عفان بن مسلم بن عبد الله الباهلي ، ثقة ثبت . (ابن حجر : التقريب ٣٣٩).

الكلابي[1] قالا : حدثنا سليمان بن المغيرة[2] ، عن حميد بن هلال[3]، قال: حدثنا عبد الله بن الصامت[4] .

''اور اس روایت میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے الربذۃ کی طرف جانے کی اجازت مانگی تھی''۔

(اور اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں، سوائے عمرو بن عاصم کے جو صدوق / سچے ہیں)۔

(۳) جسے ابن سعد نے طبقات[5] میں بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے یزید بن ہارون[6] نے بیان کیا۔

قال : أخبرني هشام بن حسان[7] ، عن محمد بن سيرين[8]

''اور اس روایت میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے الربذۃ جانے کی اجازت مانگی تھی''۔

(ورجال إسناده ثقات إلا أنه مرسل)

8 روایت (۱۲) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ جب مدینہ پہنچے تو انہوں نے عمارتوں کو دیکھا جو جبل سلع کے علاقے تک پہنچ چکی تھیں فرمانے لگے: تم اہل مدینہ کو سخت غارت گری اور یادگار جنگ کی خوشخبری سنا دو۔

یہ خبر غیب کی خبروں میں سے ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"اشرف النبي صلى الله عليه وسلم على اطم[9] من آطام المدينة، فقال: هل ترون ما ارى؟ إني لارى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر[10]" .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے محلات میں سے ایک محل یعنی اونچے مکان پر چڑھے پھر فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا

[1] عمرو بن عاصم الكلابي ، صدوق . (ابن حجر : التقريب ٣٤٢).
[2] سليمان بن المغيرة ، ثقة ثقة . (ابن حجر : التقريب ٢٥٤).
[3] حميد بن هلال ، ثقة عالم . (ابن حجر : التقريب ٨٢١).
[4] عبد الله بن الصامت الغفاري ، ثقة . (ابن حجر: التقريب ٢١٨).
[5] ابن سعد : الطبقات ٤/٦٢٢ .
[6] يزيد بن هارون السلمي مولاهم ، ثقة متقن عابد . (ابن حجر : التقريب ٦٠٦).
[7] هشام بن حسان الأزدي ، ثقة . (ابن حجر : التقريب ٧٢٥).
[8] محمد بن سيرين الأنصاري ، ثقة ثبت عابد . (ابن حجر : التقريب ٣٤٨).
[9] ہر وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنا ہوا ہے، اور کہا گیا: ہر گھر ایک مربع بالائی حصہ کہلاتا ہے۔ (الفيروزآبادي : القاموس المحيط ٩١٣) .
[10] البخاري : صحيح البخاري مع شرحه فتح الباري ٤/١١٣ .

ہوں کیا تمہیں نظر آ رہا ہے؟ میں بوندوں کے گرنے کی جگہ کی طرح تمہارے گھروں پر فتنوں کے نازل ہونے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں''۔

9 روایت نمبر (۱۲) میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں، مدینہ سے نکل جاؤں اگر عمارتیں سلع تک پہنچ جائیں۔

اور اس روایت کی تائید اس خبر سے ہوتی ہے جو حاکم نے اپنی مستدرک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخریج کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''عمارتیں اگر سلع تک پہنچ جائیں تو (مدینہ) سے نکل جانا''[1]

قال الحاكم : (وهذا حديث صحيح الإسناد على شرط الشيخين ولم يخرجاه).

10 روایت نمبر (۱۱) میں ابن سبا کے لوگوں میں پھیلنے والے کچھ نظریات کے بارے میں بات کی گئی ہے، جیسے کہ رجعت کا نظریہ، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے وصی ہونے کا نظریہ۔

فکر وصی کے ذریعے ابن سبا نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شرعی خلافت کے جواز پر شکوک وشبہات اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ابن سبا کا دعویٰ ہے، مذکورہ تینوں صحابیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے حق خلافت پر جست لگائی ہے، اور وہ وصی علی بن ابی طالب ہیں، رضی اللہ عنہ۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ نظریات عبداللہ بن سباء سے شیعہ مسلک نے اخذ کیے ہیں اور اب یہ نظریہ شیعوں کے مذہب کا ایک رکن/ ستون بن چکا ہے۔

رجعت کے نظریے کے بارے میں شیعہ مفسر الفضل بن الحسن الطبرسی (متوفی ۵۳۸ھ) کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی (ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد زندہ کر اٹھایا تا کہ تم شکر کرو۔ البقرۃ ۵۶) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ہمارے بعض اصحاب اس آیت سے عقیدۂ رجعت کے جواز پر قیاس کرتے ہیں[2]۔

جہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہونے کے عقیدے کا تعلق ہے، اس کا ذکر شیعہ عالم محمد بن یعقوب الکلینی (متوفی ۳۲۹ھ) نے اپنی کتاب الکافی فی الاصول میں کیا ہے، جہاں انہوں نے درج ذیل

[1] الحاكم : المستدرك ٤٤٢/٣.

[2] د . محمد حسين الذهبي : التفسير والمفسرون ١١١/٢ .

عبارت کا ذکر کیا ہے:

''علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم تمام انبیاء کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور اللہ کسی رسول کو نہیں بھیجے گا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کے اور ان کے وصی علی علیہ السلام کے ساتھ''[1]۔

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مبالغہ آرائی اس بات کی تصدیق کرتی ہے جو ابن ابی عاصم کی کتاب سنن میں آیا ہے جس میں انہوں وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کچھ لوگ مجھ سے محبت کریں یہاں تک کہ وہ میری محبت میں غلو کے باعث جہنم میں داخل ہو جائیں اور کچھ لوگ مجھ سے بغض کریں گے یہاں تک کہ وہ مجھ سے بغض کرنے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جائیں گے''[2]۔

قال الشيخ محمد ناصر الدين الألباني : وإسناده صحيح على شرط الشيخين[3].

شیخ الالبانی نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: اچھی طرح جان لو کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا مروی ہے، لیکن اس حدیث کے مرفوع ہونے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ یہ غیبی امور میں سے ہے جسے رائے کے ذریعے سے نہیں جان سکتے[4]۔

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران، سبائیوں نے علی رضی اللہ عنہ کو معبود بنا کر اپنے صریح کفر کا اظہار کیا، پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سبائیوں کے کفریہ عقیدے کی وجہ سے ان کو آگ میں جلا دیا تھا۔ اس واقعہ کو امام بخاری نے صحیح بخاری میں عکرمہ کے طریق پر تخریج کیا ہے فرماتے ہیں:

ان عليا رضي الله عنه، حرق قوما فبلغ ابن عباس، فقال: لو كنت انا لم احرقهم لان النبي صلى الله عليه وسلم، قال : » لا تعذبوا بعذاب الله، ولقتلتهم"، كما قال النبي صلى الله عليه وسلم:" من بدل دينه فاقتلوه .

کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (جو عبداللہ بن سبا کی متبع تھی اور علی رضی اللہ عنہ کو اپنا رب کہتی تھی) جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی انہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو' البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین

---

[1] إحسان إلهي ظهير : الشيعة والسنة ٥٠ .

[2] ابن أبي عاصم : كتاب السنة ٦٧٢/٤ .

[3] ابن أبي عاصم : كتاب السنة ٧٧٢/٤ .

[4] ابن أبي عاصم : كتاب السنة ٧٧٢/٤ .

تبدیل کر دے اسے قتل کر دو[1]۔

اور ان لوگوں کے بارے میں جن کو علی رضی اللہ عنہ نے جلایا تھا، ابوالمظفر طاہر بن محمد الاسفرائینی الطوسی کہتے ہیں:

''یہ سبائی تھے، اور ان کا سردار عبداللہ بن سبا یہودی تھا، پھر اس نے اسلام ظاہر کیا اور پھر اس کے بعد اس نے یہ جھوٹ ایجاد کیا''[2]۔

[۱] [أ] روایت نمبر (۱۱) میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو ڈیلیگیشن کے طور پر مصر بھیجے جانے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ اور اس خبر کی شاہد وہ خبر ہے جسے ابن عبدالحکم نے شعبی کے طریق پر تخریج کیا ہے۔ شعبی فرماتے ہیں: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ایام میں مصر میں داخل ہوئے اور مصر میں وہ بعض امور کی جانب متوجہ ہو گئے تھے[3]۔

[۲] [أ] روایت نمبر (۱۱) ابن سباء اور اس کے ساتھیوں کے مصر میں قیام کے بارے میں بیان کرتی ہے اور جب سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما مصر پہنچے تو عبداللہ بن سباء اور اس کے ساتھیوں نے عمار رضی اللہ عنہ کو مائل کرنا چاہا۔

یہ خبر ثابت شدہ عدالت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معارض ہے، اس کے علاوہ یہ کہ کسی صحیح راستے سے اس خبر کو وارد نہیں کیا گیا۔

❀❀❀

[1] البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ١٧٣/٦.

[2] ابن حجر : فتح الباري ٢٨٢/١٢.

[3] ابن عبد الحكم : فتوح مصر وأخبارها ٩٦ .

۳فتنہ سے نمٹنے میں عثمان رضی اللہ عنہ کا طریقہ

روایت نمبر: (۱۴)[1]

سیف بن عمر نے بواسطہ مبشر بن الفضیل روایت کیا انہوں نے سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں: اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (اسلامی) شہر والوں کے نام یہ تحریر کیا تھا:

''..... میں نے حکام کے لیے یہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ہر موسم حج میں مجھ سے ملاقات کریں۔ جب سے میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں، میں نے امت اسلامیہ کے لیے یہ اصول مقرر کر دیا ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے ور برے کاموں سے روکا جائے۔ اور مومن اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرتا، کیونکہ میں کمزور کے ساتھ ہوں جب تک وہ مظلوم ہے، اگر اللہ نے چاہا، یہ اس وقت تک ہوا جب تک لوگوں نے اس کو تقسیم کرنے کا وسیلہ نہیں بنا لیا''۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۱۵)[2]

سیف بن عمر کی روایت محمد، طلحہ، عطیہ سے ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے (اسلامی) شہر والوں کے نام یہ تحریر کیا تھا:

''میں نے حکام کے لیے یہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ ہر موسم حج میں مجھ سے ملاقات کریں۔ جب سے میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہوں، میں نے امت اسلامیہ کے لیے یہ اصول مقرر کر دیا ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برے کام سے روکا جائے۔ اس لیے جو میرے سامنے یا میرے حکام کے سامنے مطالبہ حق پیش کیا جائے گا وہ حق ادا کیا جائے گا۔ میری رعایا کے حقوق میرے اہل وعیال کے حقوق پر مقدم ہوں گے، اہل مدینہ کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کچھ لوگ گالی دیتے ہیں اور کچھ لوگ زدوکوب کرتے ہیں۔ پوشیدہ طور پر ملامت کرنا، گالی دینا اور زدوکوب کرنا بہت برا ہے۔ جو کوئی کسی حق کا دعویدار ہو تو وہ موسم حج میں آئے اور اپنا حق حاصل کرے خود وہ مجھ سے لیا جائے یا میرے حکام سے لیا جائے یا تم معاف کر دو تو ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والوں کو جزائے خیر دے گا''۔

جب یہ خط شہروں میں پڑھا گیا تو عوام رونے لگے اور انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور کہنے لگے

---

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٩٧٤-٩٨٤.

[2] (كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٤٢-٣٤٣).

قومی مصیبت کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

آپ نے شہری حکام کو بلا بھیجا تو مندرجہ ذیل حکام آپ کے پاس آئے:

[۱] عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

[۲] معاویہ رضی اللہ عنہ

[۳] عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ

اوران کے ساتھ مشورہ میں شامل کیا:

[۴] سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

[۵] عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، کو بھی شامل کیا گیا۔

اس موقع پر أمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ شکایت کیا ہے اور یہ افواہیں کیسی ہیں؟ واللہ! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سچ ثابت نہ ہوں۔ کیا یہ سب باتیں میری وجہ سے ہو رہی ہیں''۔

یہ حکام بولے: ''کیا آپ نے نمائندے نہیں بھیجے اور ہم نے ان لوگوں کے بارے میں اطلاع نہیں بھیجی تھی؟ کیا وہ لوٹ کر نہیں آئے یا ان افراد نے ان سے روبرو گفتگو نہیں کی تھی؟ واللہ! مخبر سچے نہیں ہیں اور نہ وہ راست باز معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان باتوں کی کوئی بنیاد نہیں آپ ان (خبروں) کی بدولت کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بات آپ کے لیے نامناسب ہوگی۔ یہ سب باتیں افواہوں پر مبنی ہیں ان کی بدولت کسی کا مواخذہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے کوئی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے''۔

اس پر أمیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم مجھے مشورہ دو''۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یہ جعلی اور بناوٹی معاملہ ہے جو پوشیدہ طور پر تیار کیا جاتا ہے اور جب کسی ناواقف کو یہ بات معلوم ہوتی ہے تو وہ اس خبر کی مختلف محفلوں میں تشہیر کرتا ہے''۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر اس کا علاج کیا ہے؟''۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ان لوگوں کو بلایا جائے اور پھر ان لوگوں کو قتل کیا جائے جن کی طرف سے یہ افواہیں پھیلتی ہیں''۔

عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر آپ ان لوگوں کو حقوق عطا کرتے ہیں تو ان سے ان کے واجبات بھی وصول کریں یہ بات انہیں (آزاد) چھوڑنے سے بہتر ہے''۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''آپ نے مجھے حاکم مقرر کیا تو میں ایسے لوگوں کا حاکم ہوں جن کی طرف سے کوئی ناخوشگوار بات نہیں نکلے گی اور یہ دونوں حضرات بھی اپنے علاقوں سے زیادہ واقف ہوں گے''۔

أمیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر کیا رائے ہیں؟''۔

معاویہ رضی اللہ عنہ بولے: ''حسن ادب''۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہ تمہاری کیا رائے ہے؟''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بولے: ''میری رائے یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اختیار کر رکھی ہے اور انہیں ڈھیلا چھوڑ دیا ہے بلکہ آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے زیادہ انہیں عطیات اور وظائف دینے شروع کر دیئے ہیں اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں پیش روحضرات (سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے طریقہ پر چلیں جہاں سختی کا موقع ہو، وہاں سختی اختیار کریں اور جہاں نرمی کا موقع ہو، وہاں نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جو لوگوں کے ساتھ سازشیں کرتا ہو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے اور جو لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرے اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے مگر آپ نے دونوں کے ساتھ یکساں سلوک اختیار کر رکھا ہے''۔

اس کے بعد أمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حمد وثناء کے بعد یوں فرمایا:

''تم لوگوں نے جو مجھے مشورے دیئے ہیں وہ میں نے سن لیے ہیں اور ہر کام کے انجام دینے کا ایک طریقہ ہوتا ہے وہ بات جس کا اس امت (اسلامیہ) کو اندیشہ ہے ہو کر رہے گی اس فتنہ کا جو دروازہ بند ہے اسے نرمی، موافقت اور اطاعت کے ذریعہ مسدود رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ البتہ اللہ کے حدود وقوانین کی حفاظت کی جائے گی اگر اس (فتنہ) کے دروازے کو بند رکھنا ہے تو نرمی کا طریقہ بہتر ہے۔ تاہم یہ (دروازہ) کھل کر رہے گا اور کوئی اسے روک نہیں سکے گا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں نے لوگوں اور اپنی ذات کی بھلائی کے لیے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ واللہ! فتنہ وفساد کی چکی گردش میں آ کر رہے گی۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے لیے کیا ہی اچھا ہے کہ وہ اس فتنہ کو برپا کرنے سے پیشتر ہی رخصت ہو جائے۔ تم لوگوں کو (فتنہ وفساد سے) روکو اور ان کے حقوق ادا کرو اور ان سے درگزر کرو۔ البتہ اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں سستی نہ کرو''۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۱۶)[۱]

اس جگہ ابو حارثہ اور ابو عثمان بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ رجاء بن حیوہ وغیرہ کی روایت ہے انہوں نے کہا:

....

(۱) اس اثناء میں اہل مصر نے اپنے متبعین کے ساتھ یہ خط و کتابت جاری رکھی کہ وہ اپنے حکام کے خلاف بغاوت کر دیں اس خط و کتابت کے سلسلے میں اہل کوفہ و اہل بصرہ اور دیگر علاقے کے سبھی متبعین شامل تھے انہوں نے اس مقصد کے لیے دن بھی مقرر کر دیا تھا جب کہ ان کے حکام وہاں سے روانہ ہوئے تھے مگر اہل کوفہ کے علاوہ کہیں (یہ سازش) کامیاب نہیں ہوئی۔ یزید بن قیس ارحبی نے علم بغاوت بلند کیا اور اس کے ساتھ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اسی زمانے میں جنگی قیادت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی وہ اس کے پاس آئے اس لوگ اسے گھیرے ہوئے تھے۔ یزید نے قعقاع رضی اللہ عنہ سے کہا: '' آپ میرے اور ان لوگوں کے درپے کیوں ہیں؟ واللہ میں مطیع اور فرمانبردار ہوں اور میں اپنی جماعت کے ساتھ ہوں البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے عہدے سے استعفاء دے دیں، وہ بولے: کیا میں خاص لوگوں سے اس کام کا استعفاء طلب کروں جس پر عوام راضی اور مطمئن ہیں، وہ بولا: اس کا تعلق امیر المومنین سے ہے''۔ اس طرح اس نے ان لوگوں کو استعفاء کا مطالبہ پیش کرنے کے لیے چھوڑ دیا اور انہوں نے صرف اسی بات کا اظہار کیا۔ بعد ازاں یہ لوگ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو جرعہ کے مقام سے لوٹا کر لے گئے اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکم بنانے پر متفق ہو گئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں مقرر کر دیا۔ جب وہ حکام واپس آ گئے تو سبائیہ (عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں) کے لیے مختلف شہروں میں آمد و رفت کا ذریعہ باقی نہیں رہا انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے پیروکاروں کو لکھا کہ وہ مدینہ کے قریب پہنچیں تا کہ وہاں پہنچ کر وہ غور کر سکیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں انہوں نے (عوام کے سامنے) یہ ظاہر کیا کہ وہ نیک کاموں کا حکم دے رہے ہیں اور وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتے ہیں جو عوام میں مشہور ہیں اس لیے وہ اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دو اشخاص کو بھیجا: ایک شخص کا تعلق قبیلہ مخزوم سے تھا اور دوسرے کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا انہیں آپ نے یہ ہدایت دی: '' تم دونوں معلوم کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں اور ان کے بارے میں پوری معلومات حاصل کرو یہ دونوں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تادیبی کاروائی کا شکار ہو چکے تھے تاہم ان دونوں نے حق و صداقت کی پاسداری کی اور کینہ لے کر نہیں گئے۔ جب ان (شورش پسندوں) نے ان دونوں اشخاص کو دیکھا تو انہوں نے دونوں کو اپنے مطالبات سے مطلع کیا۔ ان دونوں نے ان سے پوچھا: تمہارے ساتھ اہل مدینہ میں سے کون ہے؟ وہ بولے تین افراد ہیں، انہوں نے پوچھا: تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ وہ بولے: ہم انہیں (عثمان رضی اللہ عنہ کو) چند باتیں یاد دلانا چاہتے ہیں جنہیں ہم نے

[۱] (كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٣٤-٨٣٤).

لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے۔ پھر واپس آ کر عوام کو بتائیں گے کہ ہم نے انہیں یہ باتیں یاد دلائیں مگر انہوں نے ان کی تلافی نہیں کی اور نہ توبہ کی۔ اس کے بعد ہم حاجیوں کی حیثیت سے آئیں گے اور انہیں گھیر کر معزول کر دیں گے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ہم انہیں قتل کر دیں گے''۔

(ان کا یہ پروگرام سن کر) وہ دونوں واپس آئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام صورتحال سے مطلع کیا۔ آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا: (ان کا یہ پروگرام سن کر) وہ دونوں واپس آئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو تمام صورتحال سے مطلع کیا۔ آپ ہنسنے لگے اور پھر فرمایا: ''اے اللہ تو ان کی اصلاح فرما اور اگر تو نے انہیں درست نہیں کیا تو وہ (امت اسلامیہ میں) تفرقہ اندازی اور انتشار پیدا کر دیں گے......''

(۲) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ اور اہل بصرہ کو خط لکھے اور نماز میں شریک ہونے کا اعلان کرایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ نے حمد و ثناء کے بعد ان لوگوں کے حالات سے انہیں مطلع کیا اور وہ دونوں (مخبر بھی) کھڑے ہو گئے۔ سب نے متفق ہو کر یہ کہا: آپ ان سب کو قتل کر دیں[1] کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: »جو شخص مسلمانوں کا (مستقل) خلیفہ (حاکم) ہوتے ہوئے اپنے یا کسی اور شخص کے لیے پروپیگنڈا (دعوت) کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے تم اسے قتل کر دو۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے: ''میں تمہارے لیے (ایسے شخص کے لیے) کوئی رعایت نہیں دیتا ہوں مگر یہ کہ تم اسے مار ڈالو۔ میں بھی (اس کام میں) تمہارا شریک ہوں''[2]۔

اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم انہیں معاف کرتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں اور اپنی کوشش کے مطابق انہیں دیکھتے رہیں گے۔ ہم کسی سے عداوت نہیں رکھیں گے جب تک کہ وہ کسی حد شرعی کے گناہ کا مرتکب نہ ہو یا کفر کا اظہار نہ کرے''۔ ان لوگوں نے ایسی باتوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں وہ اسی طرح جانتے ہیں جس طرح تم جانتے ہو مگر وہ مجھے اس لیے یاد دلانا چاہتے ہیں تاکہ ناواقف لوگوں کے سامنے ان کی اشاعت کر سکیں وہ یہ کہتے ہیں:

(۳) میں نے سفر میں پوری نماز پڑھی[3] حالانکہ وہ اس صورت میں مکمل نہیں پڑھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایسے شہر میں تھا جہاں میرے اہل وعیال تھے اس لیے میں نے پوری نماز پڑھائی۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں (صحیح) ہے۔

---

[1] اس روایت کو امام مسلم نے ان الفاظوں کے بغیر روانہ کیا عرفجہ الاشجعی کے طریق پر کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے تمہارا امر ایک شخص پر مجتمع ہو جائے اور اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری اس لاٹھی کو چیرنا چاہے یا تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرنا چاہے اس کو قتل کر دو۔ (مسلم: صحيح مسلم بشرح نووي ٢/١١٤٢).

[2] یہاں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کلام سے استشہاد کیا گیا ہے۔

[3] في ترجمة عثمان لابن عساكر (تحقيق سكينة الشهابي) ٣١٠ : (فأتممت لهذا الأمر) .

④ وہ لوگ کہتے ہیں: میں نے چراگاہ کو محفوظ کیا (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں نے واللہ! اپنے لیے کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کی اور نہ انہوں نے کسی ایک مخصوص آدمی کے لیے (ایسی چراگاہ کو محفوظ نہیں رکھا جس پر اہل مدینہ غالب نہ آجاتے ہوں پھر انہوں نے رعایا میں سے کسی کو نہیں روکا بلکہ اسے مسلمانوں کے صدقات (کے مویشیوں) کے لیے محدود رکھا ہے تاکہ کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا اور تنازعہ برپا نہ ہوسکے پھر انہوں نے کسی کو نہیں روکا ہے[1]۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دو سواریوں کے علاوہ میرے پاس کوئی مویشی نہیں ہے نہ بکریاں[2] ہیں نہ بھیڑیں اور نہ دوسرا جانور ہے[3]۔ جب میں خلیفہ مقرر ہوا تھا تو اس وقت اہل عرب میں سب سے زیادہ میرے پاس بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے مگر اب حج کی سواری کے لیے دو اونٹوں کے علاوہ کچھ ایسا نہیں ہے۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا: ''ہاں''۔

⑤ یہ لوگ کہتے ہیں قرآن کریم کئی کتابوں میں تھا میں نے اسے ایک کردیا ہے (اس کا جواب یہ ہے کہ) قرآن کریم ایک ہے جو خدائے واحد کی طرف سے نازل ہوا اور میں اس معاملے میں ان لوگوں (پیشرؤں) کا تابع ہوں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ مسلمانوں نے کہا: ہاں بے شک (یہی بات ہے) نیز انہوں نے پھر مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کردیں۔

⑥ آپ نے مزید فرمایا: یہ لوگ کہتے ہیں: ''میں نے حکم کو واپس بلا لیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جلاوطن کردیا تھا۔ حکم مکہ کے باشندے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ سے طائف جلاوطن کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں واپس بلالیا۔ اس طرح یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی جنہوں نے انہیں جلاوطن کیا اور پھر واپس بلالیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں''۔

---

[1] في ترجمة عثمان لابن عساكر (تحقيق سكينة الشهابي) ٣١١ : (من ساق دهما ...) والدهم : العدد الكثير.

[2] الثغاء : صوت الغنم والضباء . بھیڑ بکریوں کی آوازیں (الفيروآبادي : القاموس المحيط ٥٣١٦ .

[3] الرغاء : صوت الإبل اونٹ کی آواز . (الفيروزآبادي : القاموس المحيط ٣١٦٦ .

⑦ یہ لوگ کہتے ہیں: ''میں نے نوعمر لوگوں کو حاکم بنایا ہے (جواب یہ ہے کہ) میں قابل اور پسندیدہ متحمل مزاج افراد کو ہی حاکم بنایا ہے ان کے بارے میں تم ان لوگوں سے پوچھو جو ان کی عمل داری کے اندر رہتے ہوں۔ اور ان شہروں کے باشندے ہوں۔ مجھ سے پہلے بھی سب سے کم عمر شخص کو حاکم بنایا گیا تھا۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا تھا اس وقت آپ پر اس سے زیادہ اعتراض کیا گیا تھا جو مجھ پر اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں بے شک۔ یہ لوگ ایسے اعتراض کرتے ہیں جنھیں وہ ثابت نہیں کر سکتے''۔

⑧ (آپ نے مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں: ''میں نے ابن ابی السرح کو مال غنیمت سے خاص عطیہ دیا''۔ (جواب یہ ہے کہ) میں نے انہیں مالِ غنیمت کے خمس کے حصے میں سے پانچواں حصہ انعام کے طور پر دیا تھا جو ایک لاکھ کی رقم تھی۔ ایسے احکام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جاری کیے تھے مگر جب فوج نے اس بات کو ناپسند کیا تو میں نے یہ رقم واپس لے کر انہیں میں تقسیم کر دی تھی حالانکہ یہ ان کا حق نہیں تھا کیا یہی بات ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں بے شک۔

⑨ (مزید فرمایا) یہ لوگ کہتے ہیں: ''میں اپنے گھر والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان پر بخشش کرتا ہوں''۔ جہاں تک گھر والوں سے محبت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ سے میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کے حقوق ادا کرتا ہوں اور صرف اپنے مال سے [1] انہیں عطیات دیتا ہوں کیونکہ میرے نزدیک مسلمانوں کا مال اپنی ذات یا کسی اور کو دینے کے لیے حلال نہیں ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اپنی ذاتی ملکیت میں سے بہت زیادہ خیرات کیا کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ شباب تھا جب کہ میں کنجوس اور کفایت شعار تھا اب جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری عمر فنا ہو رہی ہے اور تمام سرمایہ گھر والوں کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں اور اس زمانے میں یہ ملحد یہ باتیں بنا رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے کسی شہر میں سے فالتو مال بھی حاصل نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملا ہو۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ میں (زائد مال) انہیں لوٹا دیا کرتا تھا اور میرے پاس صرف پانچواں حصہ (خمس) ہی پہنچتا تھا اور اس میں سے بھی میں نے کوئی چیز اپنے لیے روا نہیں رکھی۔ مسلمان اس مال کو وہاں کے لوگوں میں تقسیم کرتے تھے میرا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے مال میں سے ایک پائی بھی ضائع [2] نہیں کی گئی اور میں صرف اپنے ذاتی مال میں سے گزر اوقات کرتا ہوں۔

⑩ یہ لوگ کہتے ہیں: ''آپ نے اراضی لوگوں کو عطا کیں'' (جواب یہ ہے کہ) ان اراضی میں مہاجرین و انصار کے وہ لوگ شریک ہیں جنھوں نے انہیں فتح کیا لہٰذا جو شخص ان فتوحات پر مقیم ہے وہ اس کا مالک ہے مگر جو

[1] في ترجمة عثمان لابن عساكر (تحقيق سكينة الشهابي) ٣١٢ : (فإني إنما أعطيهم).
[2] في الأصل (ويتلفت) والتصويب من / سيف بن عمر : كتاب الردة والفتوح (تحقيق د. قاسم السامرائي) ١٥٣.

اپنے اہل وعیال کے پاس آ گئے تو ان کے ساتھ وہ اراضی منتقل نہیں ہوئیں اس لیے میں نے اس قسم کی اراضی کے بارے میں غور وخوص کیا تو اصل مالکوں کی اجازت اور مرضی سے عرب کی اراضی کے ساتھ ان کا تبادلہ کیا گیا۔ اس طرح یہ اراضی انہیں لوگوں کے قبضہ میں ہیں میری ملکیت میں نہیں ہیں۔

(۱۱) اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا مال ومتاع اور اراضی بنو امیہ میں تقسیم کر دی تھی اور اپنی اولاد کو بھی ان کا عام حصہ دار بنایا تھا اس تقسیم کا آغاز انہوں نے فرزندانِ ابوالعاص سے کیا تھا۔ چنانچہ آل حکم میں سے ہر ایک کو دس دس ہزار اس طرح ان سب نے کل ایک لاکھ کی رقم حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کو بھی اسی قدر رقم دی تھی نیز بنو العاص، بنو العبص اور بنوحرب میں بھی مال و دولت کو تقسیم کر دیا تھا۔ بہرحال سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان (مفسدوں) کے ساتھ نرمی اختیار کی عام مسلمان بھی یہی کہتے تھے کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اصرار اسی بات پر تھا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے چنانچہ وہ لوگ لوٹ گئے اور (یہ کہہ کر گئے) کہ وہ حاجیوں کے بھیس میں جنگ کریں گے۔ ان لوگوں نے واپس جا کر ایک دوسرے کو لکھا کہ وہ شوال کے مہینے میں مدینہ کے گرد ونواح میں جمع ہو جائیں چانچہ جب خلافت عثمانی کے بارہویں سال میں شوال کا مہینہ آیا تو وہ حاجیوں کی طرف سفر کے لیے نکلے اور مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے۔[1]

❀❀❀

روایت نمبر: (۳/۱۶)

(۱) اس روایت (۳/۱۶) میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ان الزامات کی تردید کے بارے میں بات کی گئی ہے جن کے بارے میں اھل الارجاف نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنا واجب ہو گیا ہے۔ ان کے ماخذات میں سے ایک ماخذ یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سفر میں نماز مکمل ادا کی تھی۔ سفر میں نماز مکمل ادا کرنے کے سبب کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نماز کو مکمل ادا کرنے کا سبب یہ تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس صورت میں قصر کے قائل تھے جب کوئی شخص مسلسل سفر کر رہا ہو، اور جو شخص سفر کے دوران کسی جگہ قیام کرتا ہے تو اس پر مقیم کا حکم ہوگا اور وہ پوری نماز پڑھے گا[2]۔ پھر ابن حجر نے مزید کہا: اس باب میں حجت وہ

---

[1] من خلافة عثمان رضي الله عنه .

[2] ابن حجر : فتح الباري ٢/٦٦٥ .

روایت ہے جسے امام احمد نے حسن سند کے ساتھ عباد بن عبداللہ بن زبیر [1] کی سند سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مکہ آتے تو ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں چار چار رکعت کر کے ادا کرتے پھر جب منی اور عرفات کے لیے نکلتے تو قصر نماز پڑھتے، اور جب حج سے فارغ ہو جاتے اور منی میں اقامت اختیار کرتے تو پوری نماز پڑھتے [2]۔

④ روایت رقم (۴/۱۶) اس بات کا ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ عذر پیش کیا کہ میں نے کوئی چراگاہ محفوظ نہیں کی بلکہ چراگاہ کو اس سے قبل ہی محفوظ کیا گیا تھا، اور اس خبر کی تائید وہ خبر کرتی ہے جسے خلیفہ بن خیاط [3] نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ ابوسعید مولی ابی اسید الانصاری [4] کے طریق سے تخریج کیا ہے کہتے ہیں: کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مصری وفد سے یہ بات اس وقت کہی تھی جب اس وفد نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے چراگاہ کے متعلق سوال کیا تھا: اس چراگاہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صدقے کے اونٹوں کے لیے محفوظ کیا تھا جب میں خلیفہ مقرر کیا گیا تو صدقے کے اونٹ زیادہ ہو گئے تو میں نے چراگاہ کو مزید بڑھا دیا کیونکہ صدقے کے اونٹ زیادہ ہو گئے تھے۔

③ روایت رقم (۵/۱۶) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک صحیفے میں قرآن جمع کرنے کے متعلق یہ عذر اس قول کے ساتھ پیش کیا کہ: بلکہ میں قرآن کو ایک صحیفے میں جمع کرنے کے کام میں ان لوگوں کا پیروکار رہوں، یعنی قرآن کو مصاحف میں کرنے کا یہ کام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رضامندی سے ہوا تھا۔ اور اس خبر کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کا ذکر ابن حجر نے کیا ہے اور اس کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیر کے سواء کچھ نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو مصاحف میں جمع ہمارے مشورے سے کیا ہے، اور ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ اس روایت کی سند صحیح ہے [5]۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے بارے میں اُبوسلمہ التبوذکی فرماتے ہیں [6]: (....... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنا وہ

---

[1] عباد بن عبد الله بن الزبير بن العوام ، كان قاضي مكة زمن أبيه وخليفته إذا حج ، ثقة ، من الطبقة الثالثة . مکہ کے قاضی تھے اپنے والد عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے دور میں جب عبداللہ بن زبیر حج کرتے تو وہ ان کے نائب کے طور پر ہوتے، ثقہ ہیں، تیسرے طبقے سے ان کا تعلق ہے۔ (ابن حجر : التقريب ٢٩٠).

[2] ابن حجر : فتح الباري ٢/٦٦٥ .

[3] خليفة بن خياط : التاريخ ٩١٦ .

[4] أبو سعيد مولى أبي أسيد الأنصاري ، ثقة . (الهيثمي : مجمع الزوائد ٢٣٢/٧) .

[5] ابن حجر : فتح الباري ٥٣٨/٦ .

[6] موسى بن إسماعيل المنقري ، مشهور بكنيته وباسمه . اپنی کنیت اور نام دونوں سے مشہور ہیں، ثقہ، ثبت، من صغار الطبقة التاسعة. نویں طبقے کے صغار روات میں سے ہیں، مات سنہ (٢٢٣ھ) میں ان کا انتقال ہوا، أخرج له الستة . ان سے اصحاب صحاح ستہ نے احادیث کی تخریج کی ہے۔ (ابن حجر : التقريب ٥٤٩) .

کارنامہ ہے جو سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جہاد کر کے انجام دیا تھا[1]، اس قول سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے - ایک مصحف میں جمع قرآن کے ذریعے سے امت کو نقصان / ضائع ہونے اور تفرقہ سے بچایا جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جہاد کرنے کے ساتھ اس امت کو بچایا تھا۔

④ روایت (۶/۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم بن عاص کو جلا وطن کرنے کے موضوع کو ذکر کرتی ہے، اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم بن عاص کو طائف سے واپس بلانے کو۔ اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم بن عاص کی جلا وطنی کے قصے میں شک کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ (حکم بن عاص کی جلا وطنی کا قصہ صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے، اس قصے کی اسناد نہیں ہے جس کے ذریعے سے اس حکم کو جانا جائے[2]۔ پھر فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آدمی کو تعزیراً جلا وطن کیا تو یہ لازم نہیں ہے اس شخص کی طویل عرصہ تک جلا وطنی باقی رہے، کیونکہ یہ بات گناہوں میں سے کسی گناہ کے بارے میں معلوم نہیں ہے، اور شریعت ایسے کسی گناہ کے بارے میں ایسا حکم نہیں لاتی ہے کہ اس گناہ کا کرنے والا شخص ہمیشہ کے لیے جلا وطن رہے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۱۷)[3]

[أ] سیف کی روایت ہے کہ جب ۳۵ ہجری شوال کا مہینہ آیا تو اہل مصر چار قافلوں کی شکل میں روانہ ہوئے ان کی قیادت چار سردار کر رہے تھے ان کی کم از کم تعداد چھ سو اور زیادہ سے زیادہ تعداد ایک ہزار تھی ان کے سردار مندرجہ ذیل افراد تھے:

① عبدالرحمن بن عدیس بلوی

② کنانہ بن بشر التجیبی

③ سودان بن حمران سکونی

④ قتیرہ سکونی

---

[1] الخلال : كتاب السنة ٣٢١-٣٢٢.

[2] ابن تيمية : منهاج السنة النبوية ٦٥٢/٦ .

[3](كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٣٤-٣٣٥).

اور ان تمام قافلوں کا اعلیٰ سردار غافقی بن حرب عکی[1] تھا۔ ان لوگوں میں اس قدر جرأت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو اس بات سے مطلع کرتے کہ وہ جنگ کرنے کے لیے جا رہے ہیں بلکہ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ حج کے لیے سفر کر رہے ہیں ان کے ساتھ ابن السوداء بھی تھا (جو عبداللہ بن سبا کا لقب ہے)۔ اہل کوفہ بھی چار قافلوں کے ساتھ نکلے اور ان کے سرغنہ مندرجہ ذیل تھے:

١ زید بن صوحان عبدی

٢ اشتر نخعی

٣ زید بن نضر حارثی

٤ عبداللہ بن اصم جو قبیلہ عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتا تھا۔

ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا سپہ سالار اعلیٰ عمرو بن عاصم تھا۔ اہل بصرہ بھی چار قافلوں میں روانہ ہوئے ان کے سرغنہ یہ تھے:

١ حکیم بن جبلہ عبدی

٢ ذریح بن عباد عبدی

٣ بشر بن شریح الحطم بن ضبیعہ قیسی

٤ ابن المحرس بن عبد بن عمرو حنفی

ان کی تعداد بھی اہل مصر کی تعداد کے برابر تھی اور ان سب کا حکم اعلیٰ حرقوص بن زہیر سعدی[2] تھا۔ ان لوگوں میں کچھ اور لوگ بھی (آگے چل کر) شامل ہو گئے تھے۔

اہل مصر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار تھے۔ اہل بصرہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے اور اہل کوفہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔

٢ چنانچہ وہ (سب مفسدین) نکلے جب کہ وہ سب راستے میں تھے کہ مختلف لوگ تھے، ہر فرقہ کو شک نہیں تھا

[1] الغافقي بن حرب العكي، یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے أمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر دھاوا بولا تھا۔ (الطبري : التاريخ ٣٩١/٤).

[2] حرقوص بن زهير السعدي، اس کا ذکر الفتوح میں ہے، پھر اس کے بعد یہ خوارج کے سردار کے طور پر ظاہر ہوا، (٣٧ھ) میں قتل ہوا۔ (الطبري : التاريخ ٣٤٩، ٧٦/٤، ٨٥، ٧٦/٥).

سوائے اس کے کہ فلاح[1] (کامیابی) اس کے ساتھ ہے اور یہ کہ یہ کام دوسروں کے بغیر پایہ تکمیل کو پہنچا دیا جائے گا۔۔ جب مدینہ تین منزل پر رہ گیا تو بصرہ کے کچھ لوگ ذوخشب[2] کی منزل پر ٹھہر گئے اور اہل کوفہ کے کچھ افراد اعوص[3] کے مقام پر ٹھہرے ان کے پاس مصر کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے اپنے عوام کو ذی المروہ[4] کے مقام پر چھوڑ دیا تھا اور اہل مصر اور اہل بصرہ کے پاس زیاد بن نفر اور عبداللہ بن اصم آئے اور دونوں کہنے لگے: تم نہ تو خود جلد بازی سے کام لو اور نہ ہمیں عجلت پر مجبور کرو جب ہم مدینہ میں داخل ہو جائیں اس وقت ہم تم کو اطلاع دیں گے کیونکہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ مدینہ میں لوگ ہمارے مقابلے میں لشکر آراء ہو گئے ہیں۔ واللہ! اگر اہل مدینہ کو اس وقت ہم سے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے اور انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کو جائز قرار دیا ہے جب کہ انہیں ہمارے بارے میں صحیح علم نہیں ہے، تو جب انہیں ہمارے بارے میں پوری معلومات حاصل ہوں گی تو اس وقت وہ ہمارے سخت مخالف ہو جائیں گے اور ہمارا یہ سب منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ اگر وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے روادار نہیں ہیں اور جو اطلاع ہمیں ملی ہے وہ غلط ثابت ہوگی تو ہم اس کی اطلاع لے کر واپس آئیں گے۔

۳۳ ان لوگوں نے کہا: ''تم دونوں جاؤ'' چنانچہ یہ دونوں افراد مدینہ پہنچے اور انہوں نے ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقاتیں کیں اور کہا: ''ہم اس خاندان کی اقتداء کرتے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ خلیفہ ہمارے بعض حکام کو معزول کر دے۔ ہم صرف اسی مقصد کے لیے آئے ہیں اور مسلمانوں سے ہم نے اس مقصد کے لیے اجازت حاصل کی ہے''۔ مگر ہر ایک نے (تعاون) سے انکار کیا اور مخالفت کی اور یہ کہا: ''ان انڈوں سے چوزے نہیں نکلیں گے''۔ چنانچہ وہ دونوں یہ خبر لے کر واپس آ گئے۔ اس کے بعد کچھ افراد مل کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور بصرہ کے کچھ افراد سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کوفہ کے لوگ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ہر گروہ نے یہ کہا: ''اگر دوسری جماعتیں ہمارے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں (تو بہتر ہے) ورنہ ہم ان کے خلاف تدبیر کریں گے اور ان کی جماعت سے الگ ہو جائیں گے''۔ چنانچہ اہل مصر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ احجار الزیت[5] کے پاس ایک لشکر میں تھے ان کے گلے میں تلوار تھی اور سرخ

---

[1] الفلج : الفوز ، کامیابی . (الفیروزآبادي : القاموس المحیط ۸۲۵) .

[2] ذو خشب : واد علی مسیرة لیلة من المدینة . مدینہ سے ایک رات کی مسافت پر ایک وادی ہے۔ (یاقوت : معجم البلدان ۳۷۲/۲)

[3] الأعوص : موضع قرب المدینة . مدینہ سے قریب ایک جگہ کو کہتے ہیں۔ (یاقوت : معجم البلدان ۲۲۳/۱) .

[4] ذو المروة : قریة بوادي القری . ذوالمروہ: وادی القریٰ کا ایک گاؤں۔ (یاقوت : معجم البلدان ۱۱۶/۵) .

[5] أحجار الزیت : هو موضع صلاة الاستسقاء في المدینة . مدینہ میں ایک جگہ جہاں صلاۃ الاستسقاء ادا کی جاتی تھی۔ (یاقوت : معجم البلدان ۱۰۹/۱)

.

یمنی عمامہ[1] باندھے ہوئے تھے[2]۔ انہوں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتماع میں بھیجا ہوا تھا چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ أمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ احجار الزیت کے قریب تھے۔ مصریوں نے جا کر انہیں سلام کیا اور اپنی عرض داشت پیش کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان پر چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے فرمایا: ''نیک لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذی المروۃ اور ذوخشب کے لشکر کے پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تم واپس جاؤ اللہ تمہاری صحبت سے بچائے۔ وہ بولے ''اچھا'' اور پھر وہاں سے چلے گئے۔

۴ اہل بصرہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریب دوسری جماعت میں تھے انہوں نے بھی اپنے دونوں فرزندوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ بصرہ کے لوگوں نے انہیں سلام کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ بھی ان پر چیخے اور چلائے اور انہیں نکال دیا۔ آپ نے یہ فرمایا: ''مومنوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذی المروۃ، ذوخشب اور اعوص کی فوجوں پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے''۔

۵ کوفی سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ بھی دوسری جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رکھا تھا۔ انہوں نے بھی سلام کر کے درخواست پیش کی وہ بھی ان پر بہت چلائے اور یہ کہہ کر انہیں نکال دیا: ''مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہے کہ ذی المروۃ، ذوخشب اور اعوص کی فوجوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے''۔ یہ سب لوگ واپس آ گئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ واپس جا رہے ہیں وہ ذوخشب اور اعوص کے مقامات سے ہٹ گئے اور اپنے لشکری خیموں میں پہنچ گئے جو (مدینہ سے) تین منزل کے فاصلے پر تھے یہ (باغی لوگ) یہ چاہتے تھے کہ اہل مدینہ منتشر ہو جائیں اس کے بعد یہ لوگ لوٹ کر حملہ کر دیں گے (چنانچہ یہی ہوا) اہل مدینہ انہیں واپس جاتے دیکھ کر منتشر ہو گئے۔

۶ اور جب اہل مدینہ اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو باغی لوگ واپس آ گئے اور مدینہ پہنچ کر اس کے گرد و نواح میں اپنی ناگہانی تکبیروں سے اہل مدینہ کو حیران کر دیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے خیمہ زن ہو گئے انہوں نے کہا: ''جو ہتھیار نہیں اٹھائے گا وہ پناہ میں ہے''۔

۷ أمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے چند دنوں تک لوگوں کو نماز پڑھائی اور مسلمان اپنے گھروں میں (خاموشی کے ساتھ) رہے نہوں نے گفت وشنید کا دروازہ بند نہیں کیا چنانچہ چند افراد جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے،

---

[1] شقيقة : نوع من الثياب . کپڑوں میں ایک ٹائپ کا کپڑا۔ (ابن منظور : لسان العرب ۱۰ / ۱۸).

[2] أفواف : بيضاء . (ابن منظور : لسان العرب ۲۷٤/۹) .

ان باغیوں کے پاس آئے اور کہا: ''تم اپنے خیالات کو تبدیل کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے پھر کیوں لوٹ آئے ہو؟'' وہ بولے: ''ہم نے قاصد کے ہاتھ سے ایک خط پکڑا ہے جس میں ہمیں قتل کرنے کا حکم ہے''۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تو اہل بصرہ نے بھی اس قسم کی بات کی۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس آئے تو اہل کوفہ نے بھی یہی حال بیان کیا بلکہ اہل کوفہ اور اہل بصرہ سب نے مل کر کہا: ''ہم اپنے بھائیوں کی مدد کریں گے اور ہم سب مل کر ان کی حفاظت کریں گے''۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے اہل کوفہ و بصرہ! تمہیں اہل مصر کی اس بات کا کیسے علم ہوگیا جب کہ تم کئی منزلیں طے کر چکے تھے اور پھر ہماری طرف آئے ہو۔ واللہ! یہ منصوبہ مدینہ ہی میں تیار کیا گیا تھا''۔ وہ بولے: ''آپ لوگ جیسا چاہیں خیال کریں۔ ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ہمیں دھوکہ دیتا رہا ہے''۔ ان حالات میں اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے اور یہ باغی لوگ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور جو چاہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ملتا تھا۔ آپ کی نظر میں یہ لوگ خاک سے بھی کمتر تھے۔ یہ لوگ کسی کو گفتگو سے منع نہیں کرتے تھے۔

8 سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں امداد کے لیے خطوط بھیجے (جس کا مضمون یہ ہے)۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، اَمابعد، اللہ بزرگ و برتر نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کا پیغام دے کر بھیجا تاکہ وہ (نیکوں کو) بشارت دیں اور (بروں کو اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں۔ آپ نے اللہ کے احکام لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے ہمارے لیے اللہ کی کتاب چھوڑی ہے جس میں حلال و حرام (مذکور) ہیں اور اس میں اس نے اپنے تمام احکام بیان کر دیئے ہیں خواہ بندوں کو پسند آئیں یا نہ ناپسند ہوں۔ پہلے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے پھر میرے علم و درخواست کے بغیر مجھے مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا پھر میری خواہش کے بغیر اہل شوریٰ نے سب لوگوں سے مشورہ کر کے مجھے انتخاب کیا۔ میں نے ان کے اندر رہ کر وہ کام کیے جنہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا انکار نہیں کر سکتے ہیں میں نے (شریعت کی) پیروی کی اور کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔ جب یہ کام ختم ہو گئے اور شر و فساد پھیلا تو لوگوں کے کینے اور عداوتیں ظاہر ہونے لگیں اور نفسانی خواہشوں نے زور پکڑا تو لوگ ایسی باتوں کا مطالبہ کرنے لگے جن کے برخلاف کسی حیل و حجت کے بغیر اعلان کرتے تھے وہ میری ان باتوں پر نکتہ چینی کرنے لگے جنہیں وہ ناپسند کرتے تھے میں کئی سالوں تک ان کی باتوں پر صبر کرتا رہا اور ان سے درگزر کرتا رہا حالانکہ میں سب باتیں دیکھتا، اور سنتا تھا اس کی وجہ سے ان کی جرأت بڑھتی گئی یہاں تک کہ اب وہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو مقام ہجرت اور حرم نبوی ہے آ کر ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ اعراب اور بدو لوگ اس طرح شامل ہوئے ہیں جس طرح وہ جنگ احزاب میں ہمارے برخلاف شریک ہوئے تھے یا جس طرح احد میں (دشمن) ہمارے برخلاف لڑتے تھے لہٰذا جو ہماری مدد کر سکتا ہو وہ یہاں پہنچ جائے.............

9 مدینہ میں جب مصری باغیوں کے آنے کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نکلے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا: ''اے دشمنو! تم اللہ سے ڈرو! واللہ اہل مدینہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے تم لوگوں کو ملعون قرار دیا ہے۔ اس لیے تم نیکی کے ذریعہ گناہوں کو مٹاؤ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر برائی کو نیکی کے ذریعہ ہی مٹاتا ہے«۔

10 محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں''۔ انہیں حکیم بن جبلہ نے پکڑ کر بٹھا لیا پھر سیدنا زید بن حارث رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہیں دوسری طرف سے آ کر محمد بن ابی قتیرہ نے انہیں آ کر بٹھا دیا۔ اس کے بعد ہنگامہ بڑھ گیا اور لوگ بھڑک اٹھے اور وہ لوگوں کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا انہوں نے اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی سنگباری کی یہاں تک کہ وہ منبر سے بے ہوش ہو کر گر پڑے اور انہیں اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔ یہ مصری باغی اہل مدینہ میں سے صرف تین افراد سے اپنی امداد کی توقع رکھتے تھے کیونکہ ان تینوں سے وہ پہلے سے خط وکتابت کرتے رہتے تھے وہ تین افراد یہ تھے:

1. محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ
2. محمد بن ابی حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ
3. عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

کچھ حضرات ان باغیوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوئے جن میں:

1. سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ
2. سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
3. سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
4. سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گھر پہنچا دیئے گئے تو سیدنا علی[1]، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم ان کی عیادت کے لیے آئے اور

---

[1] ابن کثیر نے (علیہ السلام) اس فقرے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے: ''یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معنی اس میں کوئی حرج نہ ہو لیکن اس سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جناب میں ایک طرح کی سوء ادبی پائی جاتی ہے۔ ہمیں سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہیئے۔ یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لیے سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ مستحق ان کے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں''۔ (ابن کثیر : التفسیر ٣/٥٢٤).

اظہار افسوس کیا اور پھر وہ سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

روایت نمبر: (۱۸)[1]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شعيب، عن سيف، عن محمد وطلحة وأَبِي حَارِثَةَ وَأَبِي عُثْمَانَ، قَالُوا :

جب باغی مسجد نبوی میں آ کر ٹھہرے اس وقت سے لے کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تیس دن تک نماز پڑھائی پھر انہوں (باغیوں) نے انہیں نماز پڑھانے سے روک دیا۔ اس کے بعد باغیوں کے سرغنہ غافقی بن حرب نے نماز پڑھائی جس کے تمام مصری، کوفی اور بصری باغی مطیع ہو گئے تھے مگر اہل مدینہ اپنے گھروں کی چار دیواری میں محصور ہو گئے تھے وہ گھروں سے نہیں نکلتے تھے۔ ان میں سے کوئی تلوار کے بغیر نہیں بیٹھتا تھا کہ ان باغیوں کے ظلم وستم[2] سے اپنے آپ کی حفاظت کر سکے۔ محاصرہ چالیس دن تک رہا اور اس اثناء میں قتل وغارت بھی ہوا جو کوئی ان سے مزاحمت کرتا تھا وہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھاتے تھے۔ اس سے پہلے تیس دن تک انہوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۱۹)[3]

وَأَمَّا سَيْفٌ، فَإِنَّهُ قَالَ- فِيمَا كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْهُ: ذَكَرَ عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَمِّهِ

سیف نے ذکر کیا ہے کہ بدر بن عثمان اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مجمع کے سامنے جو آخری خطبہ دیا وہ یہ تھا:

’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر نے تمہیں دنیا اس لیے عطا کی ہے کہ تم اس کے ذریعے آخرت کو حاصل کرو اس نے یہ دنیا تمہیں اس لیے نہیں دی ہے کہ تم اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ تم اس فانی دنیا پر اترانے نہ لگو اور یہ تمہیں باقی رہنے والی آخرت سے غافل نہ کر دے۔ تم غیر فانی کو فانی پر ترجیح دو، دنیا ختم ہونے والی ہے اللہ کی طرف (تمہیں) جانا ہوگا۔ تم اللہ بزرگ وبرتر سے ڈرو کیونکہ اس کا خوف

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٣٥-٣٥٤.
[2] الرهق : الشر . (الفيروزآبادي : القاموس المحيط ١١١٤).
[3](كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٣٣).

اس کے عذاب سے ڈھال کا کام دے گا اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ثابت ہوگا، اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو، گروہ بندیوں میں مبتلا نہ ہوجاؤ بلکہ اللہ کی مہربانیوں کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے ہو''۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۲۰)[1]

كتب إلي السري، عن شعيب، عن سيف، عن محمد وطلحة وأبي حارثة وأبي عثمان

سیف کی روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مجلس میں اپنے ضروری کام انجام دیئے اس کے بعد آپ نے صبر کرنے کو پسند فرمایا اور اللہ کی تقدیر پر شاکر رہنے کا فیصلہ کیا آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: ''تم لوگ باہر چلے جاؤ اور دروازہ پر رہو اور ان لوگوں سے ملو جنہوں نے مجھے محصور کر رکھا ہے''۔

پھر آپ نے سیدنا طلحہ، زبیر، علی رضی اللہ عنہم اور سند (مخصوص) لوگوں کو قریب بلا کر فرمایا:

''اے لوگو! بیٹھ جاؤ اس پر دوست دشمن جو کھڑے تھے سب بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اے اہل مدینہ! میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد وہ تمہیں اچھا خلیفہ عطا فرمائے اس دن کے بعد پھر کسی کے پاس نہیں آؤں گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمادے اور میں ان لوگوں سے اور ان سے جو میرے دروازے کے پیچھے ہیں کوئی تعلق نہیں رکھوں گا اور ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس کی بدولت وہ دین ودنیا میں کوئی فائدہ اٹھا سکیں بلکہ اللہ جو چاہے گا کرے گا''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کو حکم دیا کہ واپس چلے جائیں اور انہیں قسم دلاکر (جانے کے لیے) کہا چنانچہ وہ سب لوٹ گئے البتہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور محمد رحمۃ اللہ علیہ[2] اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ اپنے والدین کے حکم کے مطابق دروازے پر بیٹھے رہے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خانہ نشین ہوگئے۔

❀❀❀

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٨٥٣.

[2] هو محمد بن طلحة بن عبيد الله ، الملقب بالسجاد لعبادته وتألهه ، ولد في حياة الرسول صلى الله عليه وسلم ، قتل يوم الجمل . یہ محمد بن طلحہ بن عبید اللہ ہیں، زہد وعبادت کا رنگ بہت غالب تھا، اتنی عبادت وریاضت کرتے تھے کہ ''سجاد'' بڑا سجدہ کرنے والا لقب پڑ گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ان کی ولادت ہوئی، جمل والے روز قتل ہوئے۔ (الذهبي : سير الأعلام ٤/٣٦٨).

روایت نمبر: (۲۱)[1]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عن سيف، عن أبي حارثة وأبي عثمان ومحمد وَطَلْحَة، قَالُوا:

[أ] سیف کی روایت کے مطابق اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ چالیس دن رہا اوران (باغیوں) کا قیام سترہ دن رہا۔ جب محاصرہ کے اٹھارہ دن گزر گئے تو معزز مسافر آئے اورانہوں نے بتایا کہ مختلف ممالک سے (امدادی فوجیں آرہی ہیں۔ شام سے حبیب رضی اللہ عنہ آرہے ہیں اور مصر سے معاویہ رضی اللہ عنہ آرہے ہیں اور کوفہ سے قعقاع رضی اللہ عنہ (امدادی فوج کو لے کر) آرہے ہیں، اور مجاشع روانہ ہو گئے ہیں۔ جب انہیں یہ خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آنے سے روک دیا اور ہر چیز ان کے گھر جانی بند کر دی، یہاں تک کہ پانی بھی بند کر دیا البتہ ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کچھ ضرورت کی چیز لے کر آ جاتے تھے'' یہ لوگ بہانے تلاش کر رہے تھے مگر انہیں (جنگ کرنے کا) کوئی بہانہ نہیں ملا، اس لیے انہوں نے ان کے گھر پر پتھر پھینکے تاکہ (جواب میں) ان پر بھی پتھر پھینکے جائیں اور وہ یہ کہہ سکیں کہ ہمارے ساتھ جنگ کی گئی تھی۔

یہ واقعہ رات کے وقت ہوا تھا اس لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پکار کر ان سے فرمایا: ''تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ گھر میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے''۔

یہ (باغی) لوگ بولے: ''نہیں واللہ! ہم نے آپ پر پتھر نہیں پھینکے تھے''۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''پھر کس نے ہم پر پتھر پھینکے تھے؟''۔

انہوں (باغیوں) نے کہا: ''اللہ نے''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر اللہ ہم پر پتھر پھینکتا تو اس کا نشانہ ہم پر خطا نہ جاتا، مگر تمہارا نشانہ خطا گیا''۔

---

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٨٣-٥٨٧.

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آل حزم[۱] کی طرف جو ان کے پڑوسی تھے، متوجہ ہوئے اور عمرو کے فرزند کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا: ''ان لوگوں نے ہم پر پانی بھی بند کر دیا ہے اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو تھوڑا پانی بھیج دو''۔

آپ نے سیدنا طلحہ، زبیر، ام المومنین عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی طرف بھی اسی قسم کے پیغام بھیجے، چنانچہ سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدۃ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مدد کے لیے آئیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ صبح سویرے پہنچے اور فرمایا: ''اے لوگو! تم جو حرکتیں کر رہے ہو وہ نہ مومنوں جیسی ہیں اور نہ کافروں جیسی ہیں، تم اس شخص کی ضروریات نہ بند کرو۔ کیونکہ روم و فارس کے جو لوگ گرفتار کیے جاتے ہیں ان کو بھی کھانا پینا مہیا کیا جاتا ہے۔ اس شخص نے تمہارا کوئی مقابلہ نہیں کیا ہے پھر تم کس وجہ سے اسے محصور کتنا اور قتل کرنا روا رکھتے ہو؟''۔

اس پر باغی لوگ کہتے لگے: ''واللہ! ہم اسے کھانے پینے نہیں دیں گے''۔

اس پر آپ نے اپنا عمامہ گھر میں پھینک کر فرمایا: ''میں نے جو کچھ آپ سے کہا تھا اس کے لیے کوشش کی ہے''۔ اس کے بعد آپ واپس چلے گئے۔

سیدۃ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے خچر پر سوار ہو کر پانی کا مشکیزہ لے کر آئیں تو لوگوں نے کہا: ''ام المؤمنین ہیں'' انہوں نے ان کے خچر کے منہ پر مارا تو آپ نے فرمایا: ''بنوامیہ کے وصیت نامے اس شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں) اس لیے میں ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں تاکہ میں ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں ایسا نہ ہو یتیموں اور بیواؤں کے مال و جائیداد ضائع ہو جائیں''۔

باغی بولے: ''وہ جھوٹی ہیں'' اس کے بعد انہوں نے خچر کی رسی تلوار سے کاٹ دی اس کی وجہ سے خچر بدکنے لگی اور سیدۃ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا گرنے لگی تھیں کہ لوگوں نے انہیں پکڑ لیا قریب تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے کہ لوگ ان کو گھر پہنچا آئے۔ سیدۃ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے ارادے سے نکلیں.........

۲- ام المومنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا اہل مصر پر سخت ناراض ہو کر (حج کے لیے) روانہ ہوئیں اس وقت مروان بن الحکم ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے ام المومنین! اگر آپ یہاں رہتیں تو ممکن تھا کہ لوگ اس شخص (سیدنا عثمان

[۱] عمرو بن حزم الأنصاري ، صحابي ، شهد الخندق فما بعدها ، وكان عامل النبي صلى الله عليه وسلم على نجران ، مات بعد الخمسين .عمرو بن حزم انصاری، صحابی ہیں، جنگ خندق اور اس کے بعد کے معرکوں میں حاضر رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نجران پر عامل مقرر فرمایا تھا پچاس ہجری کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (ابن حجر : التقريب ٤٢٠).

رضی اللہ عنہ) کی حفاظت کر سکتے''۔

اس پر سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''یا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا گیا تھا پھر مجھے کوئی ایسا شخص بھی نہ ملے جو میری حفاظت کر سکے۔ واللہ! مجھے نہیں معلوم ہے کہ ان لوگوں کا معاملہ کہاں تک پہنچے گا''۔

جب سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے تو وہ بھی خانہ نشین ہو گئے۔ صرف آل حزم دشمن کی غفلت کے موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پانی مہیا کرتے تھے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلوایا وہ دروازے پر نگرانی کر رہے تھے آپ نے فرمایا: ''تم موسم حج کے امیر ہو''۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے: ''اے امیر المومنین! واللہ! ان لوگوں سے جہاد کرنا مجھے حج سے زیادہ مرغوب ہے''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''آپ حج کے لیے روانہ ہو جائیں''۔

اس لیے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سال (قافلہ حج کے امیر بن کر) روانہ ہوئے۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیتیں فرمائیں۔ البتہ اس میں روایات کا اختلاف ہے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت وہاں موجود تھے یا اس سے پہلے روانہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''يا قَوْمِ لا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ ما أَصابَ قَوْمَ نُوحٍ. '' اے میری قوم! ایسا نہ ہو کہ میری مخالفت کی وجہ سے تم پر وہ عذاب آئے جو سیدنا نوح، سیدنا ہود، یا صالح (علیہم السلام) کی قوم پر نازل ہوا تھا''۔

پھر آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! تو ان گروہوں کی امیدوں کے درمیان حائل ہو جا جیسا کہ ان سے پہلے کی جماعتوں کے ساتھ کیا گیا تھا''۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۲۲)[1]

كَتَبَ إِلَيَّ السري، عن شعيب، عن سيف، عن محمد وَطَلْحَةَ وَأَبِي حَارِثَةَ وَأَبِي عُثْمَانَ، قَالُوا :

سیف کی روایت میں ہے پس جب (ان باغی) لوگوں نے بیعت کی تو پہلے والے آئے اور بحفاظت آ گئے، تو انہوں نے انہیں حج کے بارے میں خبر دی کہ وہ تمام مصریوں اور ان کے حامیوں کو چاہتے ہیں۔ اور وہ سب اسے حج میں میں جوڑنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو حج کے لیے آئے تھے، اہل مصر کو یہ پتہ چلا کہ تمام شہر والے ان سے نفرت کرتے ہیں لہٰذا شیطان نے ان کو ورغلایا تو انہوں نے یہ کہا ہم اس مصیبت سے جس میں ہم پھنس گئے ہیں، اسی وقت نکل سکتے ہیں جب کہ ہم اس شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دیں اسی صورت میں لوگ ہم سے بے تعلق ہو سکیں گے۔ لہٰذا نجات کی صورت یہی باقی رہ گئی ہے اس لیے (اکٹھے ہو کر) وہ گھر کے دروازے پر پہنچے ان کا حسن، ابن الزبیر، محمد بن طلحہ، مروان بن الحکم اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے مقابلہ کیا یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرزند تھے، انہوں نے ان (باغیوں) کا نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا تاہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں چلا کر یہ فرمایا: ''اللہ اللہ! تم میری مدد کرنے سے آزاد ہو''۔ مگر انہوں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ پس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تلوار اور ڈھال لے کر خود نکلے تا کہ ان لوگوں کو منع کریں جب مصریوں نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اس پر یہ لوگ ان پر سوار ہو گئے آپ نے انہیں منع فرمایا تو وہ لوٹ آئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قسم دلا کر فرمایا کہ وہ اندر آ جائیں انہوں نے لوٹنے سے انکار کر دیا آخر کار آپ کے ساتھی اندر آ گئے اور مصریوں پر دروازہ بند کر دیا گیا۔ مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ[2] ان لوگوں میں سے تھے جو حج کر کے جلد واپس آ گئے تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پیشتر وہاں پہنچ گئے تھے وہ اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اور گھر کے اندر آنے والوں میں شامل تھے اور دروازے کے قریب اندر بیٹھ گئے تھے۔ وہ فرماتے تھے: ''اگر ہم نے آپ کو چھوڑ دیا تو ہم اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے جب کہ ہم مرتے دم تک ان کا مقابلہ کر سکتے ہوں''۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دنوں قرآن کریم کی تلاوت کا ورد جاری کر رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کے قریب قرآن مجید کا نسخہ رکھا رہتا تھا[3] جب آپ تھک جاتے تھے تو آپ بیٹھ کر قرآن کریم کا ناظرہ پڑھتے تھے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کی

---

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٨٧٣-٨٩

[2] المغيرة بن الأخنس بن شريق الثقفي ، حليف بني زهرة ، الشاعر ، قتل مدافعا عن عثمان رضي الله عنه سنة ٣٥هـ) . مغیرہ بن الأخنس بن شریق ثقفی، بنو زہرۃ کے حلیف تھے، شاعر تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے باغیوں کے ہاتھوں ۳۵ھ میں شہید ہوئے [الطبري : التاريخ ٤ /٣٨٨ ، ٣٩٠].

[3] نحبا : أي أكب عليه لا يفارقه .اس کا معنی ہے قرآن مجید کو اپنے ساتھ چمٹا لینا اور اس سے جدا نہ ہونا. [ابن منظور : لسان العرب ١/١٥٧] .

تلاوت کرنے کو بھی عبادت سمجھتے تھے۔ جب مصریوں نے یہ دیکھا کہ نہ تو کوئی دروازے پر ان کا مقابلہ کر رہا ہے اور نہ وہ اندر جا سکتے ہیں تو وہ آگ لے کر آئے اور اس سے دروازے اور چھت میں آگ لگا دی دروازہ اور چھت جلنے لگے جب لکڑیاں جل چکیں تو چھت دروازہ پر گر گئی اس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے گھر والے اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ انہیں اندر آنے سے روکیں، سب سے پہلے مقابلے کے لیے سیدنا مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ نکلے وہ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے اور اپنی شجاعت کا اظہار کر رہے تھے:

قَدْ عَلِمَتْ جَارِيَةٌ عُطْبُول ذَاتُ وِشَاحٍ وَلَهَا جَدِيل أَنِّي بِنَصْلِ السَّيْفِ خَنْشَلِيل لأَمْنَعَنَّ مِنْكُمْ خَلِيلِي بِصَارِمٍ لَيْسَ بِذِي فُلُولِ.

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی یہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے باہر نکلے:

لا دِينُهُمْ دِينِي وَلا أَنَا مِنْهُمُ ... حَتَّى أَسِيرُ إِلَى طَمَارِ شَمَّامِ

اسی طرح محمد بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے باہر نکلے

أَنَا ابْنُ مَنْ حَامَى عَلَيْهِ بِأُحُد ... وَرَدَّ أَحْزَابًا عَلَى رَغْمِ مَعَد

اسی طرح سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ بھی یہ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے نکلے:

صَبَرْنَا غَدَاةَ الدَّارِ وَالْمَوْتُ وَاقِبُ ... بِأَسْيَافِنَا دُونَ ابْنِ أَرْوَى نُضَارِبُ

وَكُنَّا غَدَاةَ الرَّوْعِ فِي الدَّارِ نُصْرَةً ... نُشَافِهُهُمْ بِالضَّرْبِ وَالْمَوْتُ ثَاقِبُ

اور سب سے آخر میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نکلے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ وصیت کے مطابق اپنے والد (سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ) کے پاس چلے جائیں اور انہیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ لوگوں (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں) کو اپنے اپنے گھر جانے کی ہدایت کریں، چنانچہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آخر میں آئے اور لوگوں کو (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت کے لیے) آخر دم تک آمادہ کرتے رہے تا آنکہ وہ لوگ شہید ہو گئے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۲۳)[1]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ سيف، عن محمد وطلحة وأبي حارثة وأبي عُثْمَانَ، قَالُوا:

① سيف، عن محمد وطلحة وأبي حارثة وأبي عُثْمَانَ سے روایت کرتے ہیں: جب (باغیوں نے) دروازہ جلایا تھا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے یہ سورت شروع کر رکھی تھی:

" طه. ما أَنْزَلْنا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقى " (طٰه : ۱ ، ۲)

''طٰہٰ، ہم نے قرآن (کریم) اس لیے تم پر نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ''۔

آپ (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) بہت زور خوان تھے آپ تلاوت میں غلطی نہ کرتے تھے اور نہ اٹکتے تھے یہاں تک کہ آپ نے ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے نماز ختم کر لی پھر آپ بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت فرمانے لگے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

''الَّذِينَ قالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزادَهُمْ إِيماناً وَقالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ''۔

''(یہ وہ مسلمان ہیں کہ) جب لوگ ان سے کہتے ہیں کہ لوگ (دشمن) تمہارے لیے اکٹھے ہو گئے ہیں تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ یہ کہتے ہیں اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے''۔ (آل عمران: ۱۷۳)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب ایک مختصر جماعت کے علاوہ لوگ گھر سے پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ جماعت جنگ کر رہی تھی۔ تو وہ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''میں تمہارے لیے نمونہ ہوں اور یہ وہ دن ہے جب کہ جنگ کرنا بہت ہی عمدہ ہے''۔ یہ حمیر کی زبان ہے۔

يا قَوْمِ، مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي الى النار!

''اے میری قوم! کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو''۔

اس دن مروان بھی آگے بڑھا اور للکار کر بولا: ''کوئی مرد ہے''۔ چنانچہ قبیلہ لیث کا ایک شخص جس کا نام نباع تھا

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ٣٨٩٣-٩٢.

مقابلے کے لیے نکلا۔ دونوں کا مقابلہ شروع ہوا۔ مروان نے اس کی ٹانگوں کے نچلے حصہ پر تلوار ماری دوسرے مروان کی گردن پر تلوار ماری اس وار سے مروان چت گر پڑا اس کے بعد ہر فریق اپنے اپنے آدمی کو اٹھا کر لے گئے۔ پھر یہ مصری لوگ بولے: اللہ کی قسم! اگر تم امت میں ہمارے اوپر حجت نہ ہوتے تو ہم نے تمہیں تنبیہ کے بعد قتل کر دینا تھا.......... سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ان گھروں سے گھس آئے جو اس کے چاروں طرف تھے یہاں تک کہ ان سے گھر بھر گیا مگر جو لوگ دروازے پر تھے انہیں محسوس تک بھی نہیں ہوا۔ آخر کار قبائل کے لوگ اپنے فرزندوں کو لے کر آ گئے کیونکہ ان کا امیر مغلوب ہو چکا تھا۔ ان مصری باغیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے کسی شخص کو بلایا چنانچہ ایک شخص اس کے لیے تیار ہوا اور وہ گھر کے اندر گیا اور کہنے لگا: ''آپ معزول ہو جائیں ہم آپ کو چھوڑ دیں گے''۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جواب دیا: ''تم پر افسوس ہے واللہ! میں نے نہ تو جاہلیت میں اور نہ دورِ اسلام میں کسی عورت سے بدکاری کی اور نہ میں نے گانا گایا اور نہ کوئی (بری) تمنا کی اور جب سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی میں نے اپنی شرم گاہ پر بھی ہاتھ نہیں رکھا۔ اس لیے میں وہ قمیص (خلافت) نہیں اتاروں گا جو مجھے اللہ نے پہنائی ہے اور میں نے اپنے اس مقام پر قائم رہوں گا تا آنکہ اللہ نیک بختوں کو عزت عطا فرمائے گا اور بد بختوں کو ذلت دے گا''۔

(۳) اس پر وہ شخص نکل کر چلا گیا۔ لوگوں نے پوچھا: ''تم نے کیا کیا''۔

وہ بولا: ''واللہ! ہم معلق ہو گئے ہیں، ہمیں لوگوں سے ان کا قتل ہی بچا سکتا ہے، مگر ہمارے لیے ان کا قتل کرنا روا نہیں ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے قبیلہ لیث کا ایک آدمی بھیجا آپ نے اس سے پوچھا: ''تم کون سے قبیلہ سے ہو؟''۔

وہ بولا: ''میں لیثی ہوں''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم میرے ساتھی (قاتل) نہیں ہو''۔

وہ بولا: ''کیسے؟''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا جب تم چند افراد کے ساتھ آئے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں دعا دی تھی کہ تم اس قسم کے دنوں میں محفوظ رہو گے؟''۔

وہ بولا: ''ہاں''۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس لیے تم تباہ و برباد نہیں ہو گے''۔

اس پر وہ لوٹ گیا اور اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اتنے میں سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور ان لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے منع کرنے لگے ہو کہتے تھے :» اے لوگو! تم اپنے اوپر اللہ کی تلوار کو نہ نکالو، واللہ! اگر تم اس تلوار کو نیام سے باہر نکال لوگے تو تم اسے نیام میں نہیں رکھ سکو گے تم پر افسوس ہے کہ تمہارا حاکم آج ورہ لے کر پھرتا ہے اگر تم اسے قتل کرو گے تو (آنے والا حاکم) بزور شمشیر تم پر حکومت کرے گا یہ بڑے افسوس کی بات ہے تمہارا مدینہ فرشتوں کی حفاظت میں ہے۔ واللہ! اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ (فرشتے) اس شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں گے''۔

اس پر لوگوں نے کہا: ''اے یہودی عورت کے فرزند تمہارا ان باتوں سے کیا تعلق ہے، اس پر وہ چلے گئے''۔

④ آخری شخص جو اندر جا کر واپس آ گیا وہ محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ''تم پر افسوس ہے، کیا تم اللہ پر غضبناک ہوتے ہو، کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی جرم کیا ہے البتہ میں نے تمہارے ساتھ حق وانصاف سے کام لیا ہے''۔ اس پر وہ بھی لوٹ گئے۔

⑤ جب محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ بھی نکل آئے اور لوگوں نے دیکھا کہ وہ شکستہ دل ہو رہے ہیں تو قتیرہ، سودان بن حمران جو دونوں قبیلہ سکون سے تعلق رکھتے تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے اس کام کے لیے تیار ہوئے ان دونوں کے ساتھ غافقی بھی شریک تھا۔ غافقی نے ان پر لوہا مارا جو اس کے ساتھ تھا اور قرآن کریم کے نسخہ پر لات ماری جو گھوم کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے آ گیا اور اس پر خون گرا۔ سودان بن حمران بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کرنے کے لیے پہنچا تو نائلہ بنت فرافصہ [1] (آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ) اس کے درمیان حائل ہوئیں اور اس کی تلوار پکڑ لی جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ نائلہ نے اپنے شوہر عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا آپ کو اپنے جسم سے ڈھانپ لیا اور اپنے ہاتھ سے تلوار روکی۔ سودان بن حمران نے عمداً ان کی انگلیوں پر وار کیا اور آپ کی انگلیاں کٹ گئیں وہ پیچھے ہٹیں تو ان کی سرین پر مارا، اور کہا: وہ بڑی سرین والی ہے۔ آخر کار اس (اوباش کمینے سودان بن حمران) نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو تلوار کی ضرب مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت کچھ لوگوں کے ساتھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام بھی پہنچے تا کہ وہ آپ کی مدد کر سکیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سودان بن حمران نے آپ پر تلوار کا وار کیا ہے تو کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کی گردن مار کر اسے قتل کر

---

[1] نائلة بنت الفرافصة الكلبية ، تزوجها عثمان رضي الله عنه سنة (٢٨هـ) ، تروي عن عائشة وعثمان ، وعنها النعمان بن بشير رضوان الله عليهم أجمعين . نائله بنت الفراصفه الكلبيه، ٢٨ھ میں سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آئیں ام المومنین عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ان سے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے۔ [ابن سعد : الطبقات ٨/٤٨٣ ، ابن عساكر : تاريخ دمشق (تراجم النساء) تحقيق سكينة الشهابي ٤٠٤].

دیا۔ اس پر قتیرہ نے غلام پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر ان (باغیوں) نے جو کچھ گھر میں تھا۔ وہ سب لوٹ لیا اور گھر کے لوگوں کو نکال دیا پھر گھر کو بند کر دیا وہاں تین لاشیں تھیں۔ جب وہ گھر سے نکلے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے غلام نے قتیرہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ان لوگوں نے گشت کیا اور جو کچھ انہیں ملا وہ چھین لیا۔ یہاں تک کہ خواتین کے بدن پر (جو زیور تھا) اسے بھی چھین لیا۔ ایک شخص نے نائلہ بنت فرافصۃ کی چادر چھین لی اس کا نام کلثوم بن نجیب تھا۔ کلثوم تجیبی عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ کی طرف جھپٹا اور ان کے جسم سے چادر چھین لی اور ان کے سرین پر مارا اور کہا: ''تیری ماں برباد، کتنی بڑی تیری سرین ہے''۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام نے اسے دیکھ لیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام صبیح نے اس کی یہ حرکت دیکھی اور اس کے یہ ناشائستہ کلمات نائلہ کے حق میں سنے تو تلوار اٹھائی اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ گھر میں انہوں نے یہ اعلان کیا: ''بیت المال کو حاصل کرو۔ اس کی طرف نہ بڑھو''۔ بیت المال کے محافظوں نے ان کی آواز سنی وہاں صرف دو بوریاں پڑی ہوئی تھیں اس لیے ان لوگوں نے ایک دوسرے کہا بھاگ جاؤ! کیونکہ یہ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں، چنانچہ وہ لوگ بھاگ گئے اور یہ لوگ بیت المال کے پاس آ گئے اور اسے بھی لوٹ لیا۔ اس موقع پر دو قسم کے وگ تھے نیک لوگ ماتم کر رہے تھے اور رو رہے تھے مگر باغی لوگ خوش ہو رہے تھے آخر میں یہ لوگ بہت پشیمان ہوئے۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۲۴)[1]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ سَيْفٍ، عَنِ الْمُجَالِدِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ......

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ سَيْفٍ، عَنِ الْمُجَالِدِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ : مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ شخص (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ) ضرور شہید ہوں گے اور اگر وہ شہید ہو گئے اور تم مدینہ میں ہوئے تو لوگ تم پر اعتراض کریں گے اس لیے تم باہر نکل کر فلاں مقام پر رہو کیونکہ اگر تم یمن کے کسی غار میں ہوں گے تو لوگ تمہیں تلاش کر لیں گے'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ نہیں مانا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بائیس دن تک محصور رہے پھر ان (باغیوں) نے دروازہ جلا دیا۔ اس وقت گھر میں بہت آدمی تھے جن میں عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اور مروان بھی شامل تھا۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے: ''آپ ہمیں (جنگ کرنے کے لیے) اجازت دیں''۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] . ٣٩٣ ، ٣٩٢/٤.

بات کہی تھی میں اس پر صابر ہوں۔ یہ لوگ دروازہ نہیں جلا رہے ہیں بلکہ اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر رہے ہیں اس لیے میں جنگ سے منع کرتا ہوں'' اس پر سب لوگ نکل گئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید منگوایا اور اس میں سے یہ دیکھ دیکھ کر پڑھنے لگے اس وقت حسین بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پاس تھے آپ نے فرمایا: ''تمہارے والد اس وقت بہت بڑے کام میں (مشغول) ہیں لہٰذا میں تمہیں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ: ''چلے جاؤ''۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ ہمدان کے ایک شخص ابوکریب اور انصار میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیت المال کے دروازے پر کھڑے رہیں (اور اس کی حفاظت کریں) بیت المال میں صرف دو بوریاں تھیں۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اور مروان نے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ محمد بن ابی بکر نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور مروان کو دھمکایا (اور گھر کے اندر گھس گئے) جب وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو وہ دونوں بھاگ گئے۔ محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پہنچ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی۔ آپ نے فرمایا: ''تم میری داڑھی چھوڑ دو۔ تمہارا باپ اسے نہیں پکڑتا تھا''۔ اس پر انہوں نے داڑھی چھوڑ دی اس کے بعد کئی لوگ آ گئے کسی نے تلوار ماری اور کسی نے زدوکوب کیا اور ایک شخص بھالا[1] لے کر آیا اور اس سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ خون نکل کر قرآن مجید پر بہنے لگا۔ اس کے باوجود یہ سب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے ڈرتے تھے چونکہ آپ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ تھے اس لیے اس حالت میں بیہوش ہو گئے اتنے میں دوسرے لوگ بھی آ گئے، جب انہوں نے آپ کو بے ہوش دیکھا تو انہوں نے آپ کی ٹانگ کو پکڑ کر گھسیٹا اس نائلہ بنت الفرافصہ اور ان کی بیٹیاں چلانے لگیں تجیبی نے اپنی تلوار نکال لی۔ اسے آپ کے شکم مبارک میں گھونپنا چاہا مگر نائلہ بن الفرافصہ نے اس وار کو روکا جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں اس کے بعد اس نے تلوار ان کے سینے پر ماری اور غروب آفتاب سے پہلے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اس وقت ایک شخص اعلان کر رہا تھا'' آپ کو شہید نہ کیا جائے اور آپ کا مال نہ لوٹا جائے''۔ مگر ان لوگوں نے ہر چیز لوٹ لی پھر یہ لوگ جلدی سے بیت المال کی طرف گئے، دونوں (محافظ) اشخاص چابیاں پھینک کر بھاگ گئے۔ آواز بلند ہوئی'' بھاگو بھاگو، یہ لوگ یہی چاہتے ہیں''۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۲۵)[2]

[1] مشاقص: جمع مشقص وهي نصل نوع من السهام يرمى به الوحش. چوڑے پھل کا نیزہ مشقص کی جمع مشاقص ہے، یہ ایک قسم کے تیر کا بلیڈ ہے جس سے جنگلی جانوروں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ [الفيروزآبادي : القاموس المحيط ٨٠٢] .

[2] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] . ٤١٤ ، ٥١٤ / ٤ .

وأما سيف، فإنه روى فِيمَا كتب بِهِ إلي السري، عَنْ شُعَيْبٍ، عنه، عَنْ أَبِي حَارِثَةَ وَأَبِي عُثْمَانَ ومحمد وَطَلْحَةَ :

جب آدھی رات ہوئی تو مروان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آیا وہاں زید بن ثابت، طلحہ بن عبید اللہ، علی، حسن بن علی، کعب بن مالک اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی پہنچے جنازے کے مقام پر عورتیں اور بچے بھی پہنچے پھر وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لائے اور مروان نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر وہاں سے وہ بقیع کے قبرستان لے گئے اور وہاں (حش کوکب [1]) کے مقام کے قریب انہیں دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ان غلاموں کو بھی وہاں لایا گیا جو ان کے ساتھ شہید ہوئے تھے تو اس وقت لوگوں نے انہیں وہاں دفن کرنے سے روکا تو انہیں حش کوکب میں دفن کر دیا گیا۔ جب شام ہوئی تو ان میں سے دو غلاموں کو نکال کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلو میں دفن کیا گیا ان میں ہر ایک کے ساتھ پانچ مرد اور ایک عورت فاطمہ [2] ام ابراہیم بن عدی تھیں پھر یہ لوگ لوٹ کر کنانہ بن بشر کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ آپ ہمارے سب سے قریبی رشتہ دار ہیں اس لیے آپ اجازت دیں کہ ان دونوں لاشوں کو جو گھر میں پڑی ہیں نکالا جائے۔ اس نے ان (دشمنوں) سے گفتگو کی مگر وہ نہیں مانے۔ آخر کار اس نے کہا: میں آل مصر میں سے آل عثمان کا پڑوسی ہوں تم ان دونوں لاشوں کو نکلوا کر پھینک دو۔ چنانچہ ان دونوں لاشوں کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر سڑک پر پھینک دیا گیا [3] اور انہیں کتوں نے کھا لیا۔ ان دونوں غلاموں کے نام جو دار عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت شہید ہوئے تھے نجیح اور صبیح تھے چنانچہ ان کی فضیلت اور کارناموں کی وجہ سے بالعموم غلاموں کے نام انہیں دونوں غلاموں کے نام پر رکھے جانے لگے۔ تیسرے غلام کا نام (جو شہید ہوا) لوگوں کو یاد نہیں رہا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو غسل نہیں دیا گیا تھا انہیں انہی کپڑوں میں اور خون میں کفنایا گیا اسی طرح ان دونوں غلاموں کو بھی غسل نہیں دیا گیا۔

❀❀❀

[1] حش كوكب: الحش هو البستان، وكوكب اسم رجل من الأنصار. حش کوکب باغ کو کہتے ہیں اور کوکب انصار میں سے ایک شخص کا نام تھا۔ [ياقوت : معجم البلدان ٢٦٢/ ٢].

[2] فاطمة بنت أوس ، أم مروان بن الحكم من الرضاعة. اُم مروان بن الحکم یہ مروان کی رضاعی والدہ تھیں۔ [الطبري : التاريخ ٣٨١/ ٤].

[3] البلاط : موضع يقع بين المسجد النبوي وسوق المدينة. ایک جگہ ہے جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے بازار کے مابین واقع ہے۔ [الفيروزآبادي : القاموس المحيط ٢٨٥].

روایت نمبر: (۲۶)[1]

وَكَتَبَ إلي السري، عن شعيب، عن سيف، عن مُجَالِد، عَنِ الشَّعْبِيّ قَالَ: دفن عُثْمَان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ من الليل، وصلى عَلَيْهِ مَرْوَان بن الحكم، وخرجت ابنته تبكي فِي أثره، ونائلة ابنة الْفُرَافِصَة، رحمهم اللَّه.

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رات کو دفن ہوئے اور مروان بن الحکم نے ان پر نماز (جنازہ) پڑھائی۔ ان کے پیچھے ان کی صاحبزادی اور ان کی (بیوی) نائلہ بنت فرافصہ روتی ہوئی نکلیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

❀❀❀

روایت نمبر: (۲۷)[2]

وَكَتَبَ إلي السري، عن شعيب، عن سيف، عن محمد وطلحة وأبي حارثة وأبي عثمان، قالوا: قتل عُثْمَان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يوم الجمعة لثماني عشرة ليلة مضت من ذي الحجة سنة خمس وثلاثين عَلَى رأس إحدى عشرة سنة وأحد عشر شهرا واثنين وعشرين يَوْمًا من مقتل عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

عن سيف، عن محمد وطلحة وأبي حارثة وأبي عثمان کہتے ہیں:

''کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن بتاریخ ۱۸ / ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو شہید ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ گیارہ سال، گیارہ مہینے اور بائیس دن خلیفہ رہے''۔

❀❀❀

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٥ / ٥١٤.

[2] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٥ / ٦١٤.

روایت نمبر: (۲۸)[1]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عن سيف، عن أبي حارثة وأبي عثمان ومحمد وَطَلْحَة، قَالُوا: قتل عُثْمَان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لثماني عشرة ليلة خلت من ذي الحجة يوم الجمعة فِي آخر ساعة.

سیف بواسطہ ابو حارثہ اور ابو عثمان و محمد اور طلحہ سے بیان کرتے ہیں یہ سب کہتے ہیں کہ:

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بروز جمعہ بتاریخ ۱۸/ ذوالحجہ دن کے آخری وقت ہوئی''۔

❁❁❁

روایت نمبر: (۲۹)[2]

كَتَبَ إِلَيَّ السَّرِيُّ، عَنْ شُعَيْبٍ، عن سيف، أن أبا حَارِثَةَ وأبا عُثْمَان ومحمدا وَطَلْحَة، قَالُوا: قتل عُثْمَان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ ابن ثلاث وستين سنة.

سیف بن عمر نے بواسطہ ابو حارثہ، ابو عثمان، محمد اور طلحہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں جس وقت أمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

❁❁❁

سیف بن عمر کی روایات پر تنقید

[1] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٥ / ٥١٤.
[2] كتاب تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري [الطبري، أبو جعفر] ٤ / ١٨٤.

نقد النصوص

اس سانحہ کو سمجھنا ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور أمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت/ خروج کرنے والے منافقین [1] اور اور نہ ہی ان منافقوں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عدم قتال کے اصرار کو سمجھ سکتے ہیں ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ ہم ان احادیث کی طرف رجوع کریں جو اس فتنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں ان احادیث میں اس مسئلہ سے متعلق تمام ابہام کا کافی وشافی جواب اور علاج موجود ہے۔ اس باب میں درج ذیل اہم ترین احادیث بیان کی گئی ہیں۔ جنہیں ہم سیف بن عمر کی روایات پر تنقید/ نقد النصوص کے عنوان سے پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ

ڈاکٹر خالد الغیث

(١) حدثنا مسدد، حدثنا يحيى، عن عثمان بن غياث، حدثنا ابو عثمان، عن ابي موسى، انه كان مع النبي صلى الله عليه وسلم في حائط من حيطان المدينة وفي يد النبي صلى الله عليه وسلم عود يضرب به بين الماء والطين، فجاء رجل يستفتح، فقال النبي صلى الله عليه وسلم:" افتح له وبشره بالجنة"، فذهبت فإذا ابو بكر، ففتحت له، وبشرته بالجنة، ثم استفتح رجل آخر، فقال:" افتح له وبشره بالجنة"، فإذا عمر، ففتحت له، وبشرته بالجنة، ثم استفتح رجل آخر وكان متكئا فجلس، فقال:" افتح له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه، او تكون"، فذهبت فإذا عثمان فقمت، ففتحت له، وبشرته بالجنة، فاخبرته بالذي قال. قال: الله المستعان[2].

ہم سے مسدد نے کہا، کہا ہم سے یحییٰ قطان نے بیان کیا، ان سے عثمان بن غیاث نے، کہا ہم سے ابوعثمان نہدی نے بیان کیا اور ان سے ابوموسیٰ اشعری نے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، آپ اس کو پانی اور کیچڑ میں مار رہے تھے۔ اس دوران میں ایک صاحب نے باغ کا دروازہ کھلوانا چاہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دے اور انہیں جنت کی خوشخبری سنا دے۔ میں گیا تو وہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا

---

[1] هذه التسمية أطلقها الرسول صلى الله عليه وسلم على الذين خرجوا على عثمان رضي الله عنه. انظر الحديث رقم (٧).
اس نام کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں پر کیا ہے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خروج کیا تھا۔ دیکھو حدیث رقم ٧۔

[2] (البخاري : صحيح البخاري مع الفتح ٣٧/٥).

اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی پھر ایک اور صاحب نے دروازہ کھلوایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دروازہ کھول دے اور انہیں جنت کی خوشخبری سنا دے اس مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کے لیے بھی دروازہ کھولا اور انہیں بھی جنت کی خوشخبری سنا دی۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اب سیدھے بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا دروازہ کھول دے اور جنت کی خوشخبری سنا دے، ان آزمائشوں کے ساتھ جس سے (دنیا میں) انہیں دوچار ہونا پڑے گا۔ میں گیا تو وہاں عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے لیے بھی میں نے دروازہ کھولا اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی اور وہ بات بھی بتا دی جو نبی کریم رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا خیر اللہ مددگار ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں:

''یہ جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی اس مصیبت کا ذکر خاص طور پر الگ سے کیا ہے، حالانکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کیا گیا تھا لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس قسم کے ظلم وستم سے امتحان میں نہیں آزمایا گیا تھا جس طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ان باغی لوگوں کے ذریعہ سے امتحان میں ڈالا گیا تھا یہ باغی لوگ یہ چاہتے تھے کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت سے چھٹکارا حاصل کریں کیونکہ یہ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ظلم اور جور کو منسوب کرتے تھے۔ اس بات کے ہمراہ کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر اس الزام سے اپنی دستبرداری ثابت کی اور ہر اعتراض کا جواب دیا تھا جو ان باغی لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کئے تھے پھر ان باغیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر حملہ کر کے چادر اور چاردیواری کے تقدس کو پامال کر دیا، ان تمام باتوں پر زیادت آپ رضی اللہ عنہ کا قتل کرنا ہے''[1]۔

(۲) حدثني محمد بن بشار، حدثنا يحيى، عن سعيد، عن قتادة، ان انس بن مالك رضي الله عنه حدثهم، ان النبي صلى الله عليه وسلم صعد احدا وابو بكر , وعمر , وعثمان فرجف بهم، فقال:" اثبت احد فإنما عليك نبي وصديق وشهيدان".

(۳۶۷۵) مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید قطان نے بیان کیا، ان سے سعید نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے، احد ہلنے لگا، آپ نے فرمایا: ''احد ٹھہر جا، تیرے اوپر تو صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں''[2]۔

[1] (ابن حجر : فتح الباري ١٣/٥٥).
[2] (ابن حجر : فتح الباري ٥٥/ ١٣).

③ عن ابن عمر قال: ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنة، فمرّ رجل، فقال: يقتل فيها هذا المقنع يومئذ، قال: فنظرت فإذا هو: "عثمان بن عفان".

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا، اتنے میں ایک شخص کا گزر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس فتنے میں اس وقت یہ سر چھپائے ہوئے شخص مظلومانہ طور سے قتل ہوگا''۔ میں نے دیکھا وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے [1]۔

④ حدثنا يزيد ، اخبرنا هشام ، عن محمد ، عن كعب بن عجرة ، قال: كنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فذكر فتنة فقربها، فمر رجل متقنع، فقال:" هذا يومئذ على الهدى". قال: فاتبعته حتى اخذت بضبعيه، فحولت وجهه إليه، وكشفت عن راسه، وقلت: هذا يا رسول الله؟ فقال:" نعم". فإذا هو عثمان بن عفان، رضي الله تعالى عنه .

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فتنہ کا ذکر فرمایا اسی دوران وہاں سے ایک نقاب پوش آدمی گذرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس دن یہ اور اس کے ساتھی حق پر ہوں گے میں اس کے پیچھے چلا گیا اس کا مونڈھا پکڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس کا رخ کر کے پوچھا یہ آدمی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! دیکھا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے [2]۔

عبد العزیز الراجحي: لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ نے فتنہ سے محفوظ رکھا، چنانچہ انہوں نے صبر کیا، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوں، لیکن ان لوگوں کا قول کہ جنہوں نے کہا: محمد بن سیرین نے اس حدیث کو کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا اس میں نظر ہے، اور احتمال اس بات پر ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو سنا ہے، محمد بن سیرین کی پیدائش اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کو دیکھا جائے تو اس بات کا احتمال موجود ہے۔ حافظ نے التقریب میں کہا ہے: محمد بن سیرین الانصاری ابوبکر بن ابی عمرۃ البصری، ثقہ، ثابت عابد، قدر کے لحاظ سے عظیم، ابن سیرین روایت بالمعنی

---

[1] المسند (2/ 115) ، وبتحقيق أحمد شاكر (8/ 171) .
إسناده حسن: رجاله ثقات إلا سناناً فإنه صدوق، وقد صحح إسناده الحافظ ابن حجر(نقل ذلك عنه المباركفوري في تحفة الأحوذي (10/ 203)) وأحمد شاكر(المسند (2/ 115) ، وبتحقيق أحمد شاكر (8/ 171)).

[2] أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة (تحقيق د. وصي الله بن محمد عباس) ١/ ٤٥٠). وقال : سنده صحيح .

نہیں کرتے تھے، تیسرے طبقے سے ہیں، ان کی ۱۱۰ ہجری میں وفات ہوئی ہوئی۔ جہاں تک کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو انہوں نے ان کے بارے میں کہا: کعب بن عجرة رضی اللہ عنہ انصاری المدنی، ابو محمد مشہور صحابی ہیں، پچاس ہجری کے بعد فوت ہوئے اور ان کی عمر ستر سے زیادہ تھی۔ تقریب مین حافظ ابن حجر نے ان کی پیدائش کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ یہ مختصر ہے۔ محمد بن سیرین کی پیدائش پر غور کیا جائے، اگر ان کی پیدائش چالیس ہجری سے پہلے ہوئی ہو تو ممکن ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہو[1]۔

⑤ وروى أحمد بإسنادٍ جيد عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال أبو هريرة رضي الله عنه للذين حاصروا عثمان رضي الله عنه يوم الدار: إنّي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ((إنّكم تلقون بعدي فتنةً واختلافاً أو قال اختلافاً وفتنة - فقال قائل من الناس: فمن لنا يا رسول الله؟ قال: عليكم بالأمين وأصحابه، وهو يشير إلى عثمان بذلك)) .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم میرے بعد فتنہ و اختلاف سے دوچار ہوگے''۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کس کے ساتھ رہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ امین اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ رہنا''۔ یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے[2]۔

⑥ حديث نمبر: ١١٣ - حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير ، وعلي بن محمد ، قالا: حدثنا وكيع ، حدثنا إسماعيل بن ابي خالد ، عن قيس بن ابي حازم ، عن عائشة ، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه:" وددت ان عندي بعض اصحابي"، قلنا: يا رسول الله الا ندعو لك ابا بكر؟ فسكت، قلنا: الا ندعو لك عمر؟ فسكت، قلنا: الا ندعو لك عثمان؟ قال:" نعم"، فجاء عثمان فخلا به، فجعل النبي صلى الله عليه

---

[1] (كتاب شرح سنن ابن ماجة - الراجحي [عبد العزيز الراجحي] : ٧/٥).

[2] رواه أحمد (٣٤٤/٢) (٨٥٢٢)، والحاكم (٤/٤٨٠). وقال: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. وقال ابن كثير في ((البداية والنهاية)) (٢٢٠/٧): تفرد به أحمد وإسناده جيد حسن ولم يخرجوه من هذا الوجه. وقال أحمد شاكر في ((مسند أحمد)) (٢٢٤/١٦): إسناده صحيح, وقال الألباني في ((السلسلة الصحيحة)) (٣١٨٨): رجاله ثقات رجال الصحيح؛ غير أبي حبيبة [التابعي] ... فهو ثقة إن شاء الله تعالى. رواه أحمد، المسند (٤/ ١٠٥ ، ١٠٩ ، ١١٠. ٣٣/٥) بإسناد صحيح، ورواه أيضاً ابن عساكر، تاريخ دمشق، ترجمة عثمان، ٢٨٩ ، انظر الملحق الرواية رقم: [كتاب فتنة مقتل عثمان بن عفان رضي الله عنه - [محمد بن عبد الله غبان الصبحي] - ٥١/١]

وسلم يكلمه، ووجه عثمان يتغير" قال قيس: فحدثني ابو سهلة مولى عثمان، ان عثمان بن عفان قال يوم الدار: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم عهد إلي عهدا فانا صائر إليه، وقال علي في حديثه:" وانا صابرعليه، قال قيس: فكانوا يرونه ذلك اليوم.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا: "میری خواہش یہ ہے کہ میرے پاس میرے صحابہ میں سے کوئی ہوتا"، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، ہم نے عرض کیا: کیا ہم عمر رضی اللہ عنہ کو نہ بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، ہم نے عرض کیا: کیا ہم عثمان رضی اللہ عنہ کو نہ بلا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"، تو وہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے تنہائی میں باتیں کرنے لگے، اور عثمان رضی اللہ عنہ کا چہرہ بدلتا رہا۔ قیس کہتے ہیں: مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوسہلہ نے بیان کیا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جس دن ان پر حملہ کیا گیا کہا: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے جو عہد لیا تھا میں اسی کی طرف جا رہا ہوں۔ علی بن محمد نے اپنی حدیث میں: ''وأنا صابر عليه'' کہا ہے، یعنی: میں اس پر صبر کرنے والا ہوں۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں: اس کے بعد سب لوگوں کا خیال تھا کہ اس گفتگو سے یہی دن مراد تھا۔

٧ حدثنا علي بن محمد ، حدثنا ابو معاوية ، حدثنا الفرج بن فضالة ، عن ربيعة بن يزيد الدمشقي ، عن النعمان بن بشير ، عن عائشة ، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" يا عثمان إن ولاك الله هذا الامر يوما، فارادك المنافقون ان تخلع قميصك الذي قمصك الله، فلا تخلعه". يقول: ذلك ثلاث مرات، قال النعمان: فقلت لعائشة: ما منعك ان تعلمي الناس بهذا؟ قالت: انسيته والله.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ کبھی تمہیں اس امر یعنی خلافت کا والی بنائے، اور منافقین تمہاری وہ قمیص اتارنا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنائی ہے، تو اسے مت اتارنا"، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی۔ نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: پھر آپ

تخريج الحديث: " تفرد به ابن ماجه، (تحفة الأشراف : ١٧٥٦٩، ومصباح الزجاجة: ٤٧)، وقد أخرجه: سنن الترمذى/المناقب ١٩ (٣٧١١)، مسند احمد (٥٨/١ ، ٦٩ ، ٢٩٠/٥ ، ٢١٤/٦)، مقتصراً على ما رواه قيس عن أبي سهلة فقط (صحيح) " (نیز ملاحظہ ہو: تعليق الشهرى على الحديث فى مصباح الزجاجة: ٤٦) ، قال الشيخ الألباني: صحيح . أحمد ٥٢/٦، ٢١٤ و بعضه فى الترمذي (٣٧١١) وقال: هذا حديث حسن صحيح غريب. وابن ماجه مقدمه (١١٣) واللفظ له وقال محققه في الزوائد: إسناده صحيح. ورجاله ثقات. (كتاب نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم - [مجموعة من المؤلفين] - ٦٥٧/٨) .

نے یہ بات لوگوں کو بتائی کیوں نہیں؟ تو وہ بولیں: میں اسے بھلا دی گئی تھی[۱]۔

تحقیق: اسی حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے:

٤٥٤٤ - أخبرني عبد الله بن الحسن القاضي بمرو ثنا الحارث بن أبي أسامة ثنا موسى بن داود الضبي ثنا الفرج بن فضالة عن محمد بن الوليد الزبيدي عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لعثمان: إن الله مقمصك قميصا فأن أرادك

---

۱ تخریج الحدیث : ″تفرد ابن ماجه، (تحفة الأشراف : ١٧٦٧٥، ومصباح الزجاجة : ٤٦)، وقد أخرجه: سنن الترمذی/المناقب ١٩ (٣٧٠٥)، مسند احمد (١٤٩/٦) (صحیح) (امام ترمذی نے ربیعہ بن یزید اور نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان عبداللہ بن عامر الیحصبی کا ذکر کیا ہے، ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو: ٢٦٤/٣)″ ، قال الشيخ الألباني: صحيح ″.

المنافقون على خلعه فلا تخلعه[1].

---

[1]هذا حديث صحيح عالي الإسناد و لم يخرجاه. هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه. تعليق الذهبي قي التلخيص : أنى له الصحة ومداره على فرج بن فضالة.

امام حاکم نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا : یہ حدیث صحیح اور عالی اسناد ہے لیکن اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے نہیں نکالا، لکھتے ہیں : یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی۔ امام ذہبی نے مستدرک کی تلخیص میں لکھا ہے : اس حدیث کی صحت کا دارومدار فرج بن فضالہ کی صحت پر ہے۔

اس حدیث کو درج ذیل علمائے محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

١- الشَّيخُ الألبانيُّ ”كَمَا فِي ظِلالِ الجَنَّةِ فِي تَخْرِيْجِ السُّنَّةِ [ص ٥٥٩ ح ١١٧٩]، وَصَحِيْحِ الجَامِعِ ، ج ٢ ص ١٣١٦ ح ٧٩٤٧ ، وَصَحِيْحِ سُنَنِ ابْنِ مَاجَهْ ج ١ ص ٥٥ ح ٩٠...“

٢- الشَّيْخُ شُعَيْبٌ الأَرْنَؤُوط ” فِي تَعْلِيقَاتِهِ على سُنَنِ ابْنِ مَاجَهْ ج ١ ص ٨١ ، وَ قالَ فِي تَعْلِيْقَاتِهِ على جَامِعِ التِّرْمِذِيّ ج ٦ ص ٢٧٨،٢٧٩ ح ٤٠٣٨ : حديثٌ صحيحٌ ، وأخرجه ابن ماجه (١١٢) ، و هو في المُسندِ (٢٤٤٦٦) و (٢٤٥٦٦)،وصحيح ابنِ حِبَّانَ (٦٩١٥) مطولًا. “

٣- الشَّيْخُ عبدُ المُحْسِنِ العَبَّاد فِي ” شَرْحِهِ لسُنَنِ ابْنِ مَاجَهْ “ ، قال : " الحديثُ فيه الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ وهو ضعيفٌ، ولكن وجد ما يعضده ".

٤- الشيخُ عبدُ الكريمِ الخُضَيْر، قالَ فِي شَرْحِهِ لِمُقَدِّمَةِ سُنَنِ ابْنِ مَاجَهْ: " ... حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ وهو ضعيفٌ؛ فالإسنادُ ضَعيفٌ، لكن الخبرله طُرُق يَصِحُّ بها ".

قدر روي هذا المعنى من حديث: (عائشة _ من عدة طرق يعضد بعضها بعضا _، وعبد الله بن عمرو، وزيد بن أرقم، وجبير بن نفير، وعروة بن الزبير، وغيرهم). وقد أوما إليه الإمام أحمد معتداً به لما أن أتى ذكر قصة عثمان؛ كما ذكر الميموني؛ حيث قال الإمام أحمد بعد كلامٍ: (قد أرادوه على ذلك) يقصد خلع القميص. عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث کو کئی طرق پر روایت کیا گیا ہے یہ اور یہ طرق ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں، ان میں عبد اللہ عمرو، زید بن ارقم، جبیر بن نفیر اور عروۃ بن زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم ہیں۔ امام احمدؒ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ میمونی نے ذکر کیا ہے؛ جب امام احمدؒ نے ایک تقریر کے بعد کہا: (وہ اس کے لیے اسے چاہتے تھے) یعنی ان کا مقصد تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (خلافت کی) قمیض اتار دیں۔

اور یہ حدیث اپنے جمیع طرق کے ساتھ حسن ہے۔ اور یہ قصہ مشہور اور متواتر ہے۔

قَالَ أبو بكرٍ الخَلَّال فِي السُّنَّةِ (ج 1ص 321): أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ الْمَيْمُونِيُّ، قَالَ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: " قَدْ أَرَادُوهُ عَلَى ذَلِكَ، يَعْنِي فِي حَدِيثِ عُثْمَانَ : ” فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلا تَخْلَعْهُ “ .

ابو بکر الخلال السُّنَّةِ میں کہتے ہیں: مجھے خبر دی عبدالملک میمونی نے وہ کہتے ہیں: ابوعبداللہ نے کہا: ان لوگوں نے اس بات کا ارادہ کیا یعنی جو حدیث عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے ”اگر یہ لوگ آپ سے مطالبہ کریں کہ آپ اس قمیص (خلافت) کو اتار دیں تو اس قمیص (خلافت کو ان کی خواہش پر) ہرگز نہ اتارنا۔

قالَ الشَّيْخُ مُقْبلُ الوَادعِيُّ فِي ”الصَّحِيحِ المُسْنَدِ مِمَّا ليسَ فِي الصَّحِيحَيْنِ“ (ج٢ ص ٥٠١،٥٠٢ ح ١٥٨٩) على إسناد الحديث عند الإمامِ أحمدَ وأبي عيسى التِّرْمِذِيّ: حديثٌ صحيحٌ على شرط مُسْلِمٍ. ثم قالَ: الحديث أخرجهُ ابنُ ماجَهْ (ج 1ص 41) وعنده، عن ربيعة بن يزيد، عن النّعمان بن بشير، بدون واسطة، وسند التِّرمذيّ أرجح .

بقیہ حاشیہ شیخ مقبل الوادعی نے "الصحیح المسند مما لیس فی الصحیحین" میں کہا ہے: امام احمد اور ابو عیسیٰ ترمذی کے مطابق حدیث کے سلسلہ سند میں: یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح حدیث ہے۔ پھر کہا: اس حدیث کو ابن ماجہ نے تخریج کیا ہے، اور اس سند میں ربیعہ بن یزید بیان کرتے ہیں بواسطہ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغیر کسی واسطے کے، اور ترمذی کی سند زیادہ راجح ہے۔

وقد جمع طرق هذا الحديث الشَّيخُ سعدٌ الحُمَيِّد وغيره في تخريجهم للحديث من كتاب العلل لابن أبي حاتِمٍ (ج ٦ص ٣٧١،٣٧٣)

اس حدیث کے تمام طرق شیخ سعد الحمید نے کتاب العلل لابن ابن حاتم کی تخریج میں جمع کیے ہیں۔

٨- عائشة رضى الله عنها قالت : (لما كان يوم الدار قيل لعثمان : ألا تقاتل؟ قال: قد عاهدت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - على عهد سأصبر عليه ، قالت عائشة : فكنا نرى أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عهد إليه فيما يكون من أمره).

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں محصور کر دیا گیا تو ان سے کہا گیا: آپ (ان باغیوں سے) سے جنگ نہیں کرو گے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول ﷺ سے عہد کیا ہے اور میں اس عہد پر صبر کروں گا، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم دیکھتے تھے کہ رسول ﷺ نے ان کے معاملات ان کے سپرد کیے تھے۔

(صححه الألباني في ظلال الجنة حديث رقم ١١٧٦ - كتاب الوجيز في أسباب و نتائج قتل عثمان [مصطفى يونس الراقي الفاخري] - (٣٢/١) ، الراوي : عائشة أم المؤمنين | المحدث : الألباني | المصدر : تخريج كتاب السنة

الصفحة أو الرقم : ١١٧٦ ، أحاديث مشابهة | خلاصة حكم المحدث : إسناده صحيح . كتاب السنة - ظلال الجنة (إسناده صحيح)

تخریج:

١١٧٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ثنا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حازم أَبُو سَهْلَةَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الدَّارِ قِيلَ لِعُثْمَانَ أَلا تَخْرُجُ فَتُقَاتِلُ؟ فَقَالَ أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا وَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو سهلة: فيرونه ذلك اليوم.

١١٧٥ - إسناده صحيح ورجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي سهلة مولى عثمان وهو ثقة كما قال ابن حبان والعجلي والعسقلاني مع أنهم لم يذكروا له روايا غير قيس بن أبي حازم وقد أسقطه بعض الرواة من الإسناد كما يأتي. والحديث أخرجه ابن سعد 66/3: أخبرنا أبو أسامة حماد بن أسامة به. وتابعه وكيع: ثنا إسماعيل بن أبي خالد به. أخرجه الترمذي 272/2 وابن ماجه 113 وأحمد 1/58-69 وابن حبان 2197 وليس عنده وكذا ابن ماجه ذكر لأبي سهلة. وتابعه يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بن أبي خالد به. أخرجه الترمذي والحاكم 99/3 وصححاه وكذا الذهبي.

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں اور صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال ہیں ابو سہلہ مولیٰ عثمان کے علاوہ اور وہ ثقہ ہے جیسا کہ ابن حبان اور عجلی اور عسقلانی نے کہا کہ اگرچہ قیس بن ابی حازم کے علاوہ کسی اور ابو سہلہ سے روایت ذکر نہیں کی اور بعض راویوں نے سند میں سے بعض راویوں کا نام ساقط کر دیا ہے۔ اور اس حدیث کو ابن سعد نے أخبرنا أبو أسامة حماد بن أسامة اسی متن و سند کے ساتھ تخریج کیا ہے، اور اس کی متابعت وکیع نے ثنا إسماعيل بن أبي خالد کے ساتھ اسی طرح کی ہے۔ اس حدیث کو ترمذی ابن ماجہ اور احمد اور ابن حبان نے نکالا ہے اور اس میں ابن ماجہ کی طرح ابو سہلہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس کی متابعت یحیی بن سعید نے اس سند کے ساتھ کی ہے يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بن أبي خالد۔ اس کو ترمذی اور حاکم نے نکالا ہے اور دونوں اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اسی طرح امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

بقیہ حاشیہ ۱

دوران فتنہ میں باغیوں کے ساتھ سیدنا عثمان کا جو منہج رہا وہ حالات کی پیداوار اور دباؤ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ منہج مشکوٰۃ نبوت سے آپ نے حاصل کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو صبر واحتساب اور عدم قتال کا حکم دیا تھا یہاں تک کہ اللہ کا فیصل شدہ امر واقع ہوجائے، ذوالنورین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے وعدے اور عہد و پیمان کو پورا کیا، پوری مدت خلافت میں اس پر قائم رہے یہاں تک کہ اپنے پاکیزہ خون میں لت پت جام شہادت نوش کرلیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے، یہ وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے مسلم ابوسعید مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے:

٨٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قثنا يُونُسُ بْنُ أَبِي الْيَعْفُورِ الْعَبْدِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَعْتَقَ عِشْرِينَ مَمْلُوكًا، وَدَعَا سَرَاوِيلَ فَشَدَّهَا عَلَيْهِ، وَلَمْ يَلْبَسْهَا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي النَّوْمِ، وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَإِنَّهُمْ قَالُوا لِي: " اصْبِرْ، فَإِنَّكَ تُفْطِرُ عِنْدَنَا الْقَابِلَةَ "، ثُمَّ دَعَا بِمُصْحَفٍ فَنَشَرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقُتِلَ وَهُوَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ابوسعید مولیٰ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس غلاموں کو آزاد کیا اور ایک شلوار زیب تن کی جو نہ کبھی جاہلیت میں پہنی تھی اور نہ ہی اسلام میں پہنی اور فرمایا: رات کو مجھے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ تھے اور مجھ سے فرمایا: صبر کرو افطار ہمارے ساتھ کرنا، پھر

۱(السنة لابن أبي عاصم ومعها ظلال الجنة للألباني - [ابن أبي عاصم] - ٢/٥٦١) ، ١١٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي سَهْلَةَ عَنْ عائشة قالت: لما كان الدَّارِ قِيلَ لِعُثْمَانَ أَلا تُقَاتِلُ؟ قَالَ قَدْ عَاهَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَهْدٍ سَأَصْبِرُ عَلَيْهِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكُنَّا نَرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ إِلَيْهِ فِيمَا يَكُونُ مِنْ أَمْرِهِ. ١١٧٦ - إسناده صحيح وهو مكرر الذي قبله).

اس حدیث کو صدق النبأ في بيان حقيقة عبد الله بن سبا ٢٢١ / ٢ میں ابوعبداللہ الذھبی نے صحیح کہا ہے۔

موسوعة آثار الصحابة: مسند آثار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 2/20 بتحقيق : ابو عبد الله سيد كسروى حسن ، ناشر دارالكتب العلمية بيروت لبنان . كتاب الناهية عن طعن أمير المؤمنين معاوية - [أبو عبد الرحمن (المتوفى: بعد 1239هـ) تقديم: عبد الله بن عبد العزيز بن عقيل الملتاني] - حققه وعلق عليه وخرج أحاديثه: أحمد بن عبد العزيز بن محمد التويجري الناشر: غراس للنشر والتوزيع، الكويت الطبعة: الأولى، 1422 هـ عدد الأجزاء: ص : ٧٧ . بتحقيق : إرشاد الرحمن المعتصم) .

قرآن منگوا کر کھولا اور اسی حالت میں شہید کیے گئے [1]۔

اس مقام پر مناسب ہے کہ امام آجری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر دیا جائے جو کہ منافقین کی طرف سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حصار کے دوران مدینہ میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف کے متعلق ہے۔

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُ مَظْلُومٌ , وَقَدْ أَشْرَفَ عَلَى الْقَتْلِ , فَكَانَ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوا عَنْهُ , وَإِنْ كَانَ قَدْ مَنَعَهُمْ .

قِيلَ لَهُ: مَا أَحْسَنْتَ الْقَوْلَ؛ لِأَنَّكَ تَكَلَّمْتَ بِغَيْرِ تَمْيِيزٍ , فَإِنْ قَالَ: وَلِمَ؟ - قِيلَ: لِأَنَّ الْقَوْمَ كَانُوا أَصْحَابَ طَاعَةٍ وَفَّقَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى لِلصَّوَابِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ , فَقَدْ فَعَلُوا مَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْإِنْكَارِ بِقُلُوبِهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ , وَعَرَضُوا أَنْفُسَهُمْ لِنُصْرَتِهِ عَلَى حَسَبِ طَاقَتِهِمْ , فَلَمَّا مَنَعَهُمْ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ نُصْرَتِهِ , عَلِمُوا أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَيْهِمُ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لَهُ , وَأَنَّهُمْ إِنْ خَالَفُوهُ لَمْ يَسَعْهُمْ ذَلِكَ , وَكَانَ الْحَقُّ عِنْدَهُمْ فِيمَا رَآهُ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْهُمْ .

فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: فَلِمَ مَنَعَهُمْ عُثْمَانُ مِنْ نُصْرَتِهِ وَهُوَ مَظْلُومٌ , وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ قِتَالَهُمْ عَنْهُ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ , وَإِقَامَةُ حَقٍّ يُقِيمُونَهُ؟ قِيلَ لَهُ: وَهَذَا أَيْضًا غَفْلَةٌ مِنْكَ , فَإِنْ قَالَ: وَكَيْفَ؟ قِيلَ لَهُ: مَنْعُهُ إِيَّاهُمْ عَنْ نُصْرَتِهِ يَحْتَمِلُ وُجُوهًا , كُلُّهَا مَحْمُودَةٌ: أَحَدُهَا , عِلْمُهُ بِأَنَّهُ مَقْتُولٌ مَظْلُومٌ لَا شَكَّ فِيهِ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْلَمَهُ أَنَّكَ تُقْتَلُ مَظْلُومًا , فَاصْبِرْ فَقَالَ: أَصْبِرُ , فَلَمَّا أَحَاطُوا بِهِ عَلِمَ أَنَّهُ مَقْتُولٌ , وَأَنَّ الَّذِي قَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حَقٌّ كَمَا قَالَ لَابُدَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ , ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ قَدْ وَعَدَهُ مِنْ نَفْسِهِ الصَّبْرَ , فَصَبَرَ كَمَا وَعَدَ , وَكَانَ عِنْدَهُ أَنْ مَنْ طَلَبَ الِانْتِصَارَ لِنَفْسِهِ وَالذَّبِّ عَنْهَا فَلَيْسَ هَذَا بِصَابِرٍ , إِذْ وَعَدَ مِنْ نَفْسِهِ الصَّبْرَ فَهَذَا وَجْهٌ .

وَوَجْهٌ آخَرُ: وَهُوَ أَنَّهُ لَمَّا عَلِمَ أَنَّهَا فِتْنَةٌ , وَأَنَّ الْفِتْنَةَ إِذَا سُلَّ فِيهَا السَّيْفُ لَمْ يُؤْمَنْ أَنْ يُقْتَلَ فِيهَا مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ؛ فَلَمْ يَخْتَرْ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَسُلُّوا فِي الْفِتْنَةِ السَّيْفَ , وَهَذَا أَيْضًا إِشْفَاقٌ مِنْهُ عَلَيْهِمْ , فِتْنَةٌ تَعُمُّ , وَتَذْهَبُ فِيهَا الْأَمْوَالُ , وَتُهْتَكُ فِيهَا الْحَرِيمَ , فَصَانَهُمْ عَنْ

---

[1] (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل [أحمد بن حنبل] - 1/496)، تحقیق: وصي الله بن محمد عباس کہتے ہیں : إسناده حسن .

جَمِيعِ هَذَا .

وَوَجْهٌ آخَرُ , يَحْتَمِلُ أَنْ يَصْبِرَ عَنِ الِانْتِصَارِ لِتَكُونَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ شُهُودًا عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ , وَخَالَفَ أَمَرَهُ .وَسَفَكَ دَمَهُ بِغَيْرِ حَقٍّ , لِأَنَّ الْمُؤْمِنِينَ شُهَدَاءُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَرْضِهِ , وَمَعَ ذَلِكَ فَلَمْ يُحِبَّ أَنْ يُهَرَاقَ بِسَبَبِهِ دَمُ مُسْلِمٍ , وَلَا يَخْلُفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُمَّتِهِ بِإِهْرَاقِهِ دَمِ مُسْلِمٍ , وَكَذَا قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , فَكَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِهَذَا الْفِعْلِ مُوَفِّقًا مَعْذُورًا رَشِيدًا , وَكَانَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي عُذْرٍ , وَشَقِيٌّ قَاتِلُهُ".

" اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب یہ حضرات جانتے تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم ہیں اور انہیں قتل کرنے کی صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے تو ان لوگوں کے لیے مناسب تو یہ تھا کہ یہ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے اگر چہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا تھا۔

اس شخص سے کہا جائے گا: تم نے بات بہت اچھی کی ہے لیکن کسی امتیاز کے بغیر کلام کیا ہے۔ اگر وہ شخص کہے کہ وہ کیسے؟ تو اُس سے کہا جائے گا: یہ وہ لوگ تھے جو اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قول اور عمل کے اعتبار سے درست چیز کی توفیق عطا کی تھی، ان لوگوں نے وہ کیا جو ان پر انکار کرنا لازم تھا، انہوں نے اپنے دلوں اور زبانوں کے ذریعہ انکار کیا اور انہوں نے اپنی ذات کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پیش کیا جو ان کی طاقت کے مطابق تھا لیکن جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مدد سے روک دیا تو اُنہیں یہ پتا چل گیا کہ اب ان کے لیے اطاعت وفرمانبرداری کرنا لازم ہے، اگر یہ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے تو اس کی گنجائش نہیں رکھ پاتے، ان حضرات کے نزدیک حق یہی تھا جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے تھی اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ سے راضی ہو۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مدد سے کیوں روک دیا تھا جبکہ وہ مظلوم تھے اور وہ یہ بات جانتے تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان لوگوں کا لڑنا بُرائی سے روکنے کی مانند ہے اور حق کو قائم کرنے کے مترادف ہے۔ اُس شخص سے کہا جائے گا: یہ بھی تمہاری غفلت ہے؟ اگر وہ کہے: وہ کیسے؟ تو اُس سے کہا جائے گا: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ان حضرات کو اپنی مدد سے روکنا کئی پہلوؤں کا احتمال رکھتا ہے جو سب کے سب لائق تعریف ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ بات جانتے تھے کہ اُنہیں مظلوم ہونے کے طور پر قتل کر دیا جائے گا، اس میں کوئی شک نہیں تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں یہ بات بتائی تھی: "تمہیں مظلوم کے طور پر قتل کیا جائے گا تو تم صبر سے کام لینا"۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: میں صبر سے کام لوں گا۔ جب اُن لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پتا چل گیا کہ وہ قتل ہو جائیں گے اور اُنہیں یہ بھی پتا چل گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اُن سے جو بات ارشاد فرمائی تھی وہ حق ہے اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ایسا ہونا ضروری بھی ہے تو اُنہیں یہ بات پتا چل گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے اپنی ذات کے حوالے سے صبر کا وعدہ لیا تھا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے کیے ہوئے وعدہ کے مطابق صبر سے کام لیا، اگر وہ اپنی ذات کے لیے دوسرے لوگوں سے مدد حاصل کرتے اور اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کرتے تو ایسی صورت میں وہ صبر کرنے والے شمار نہ ہوتے، تو چونکہ اُنہوں نے اپنی ذات کے حوالے سے صبر کا وعدہ کیا تھا، تو ایک وجہ تو یہ تھی۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ یہ بات جانتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد تھوڑی ہے اور جو لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اُن کی تعداد زیادہ ہے، اگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اُن حضرات کو لڑنے کی اجازت دے دیتے تو اس بات کا اندیشہ موجود تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے صحابہ کی جانیں ضائع ہو جاتیں، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نگران تھے اور نگران پر یہ بات واجب ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنی رعایا کا بچاؤ کرنے کی کوشش کرے، پھر اس کے بعد یہ پہلو بھی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ تو پتا تھا کہ وہ شہید ہو ہی جائیں گے تو انہوں نے اپنی ذات کے مقابلہ میں اُن حضرات کا بچاؤ کیا، ایک وجہ یہ ہے۔

اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پتا چل گیا کہ یہ آزمائش ہے اور جب آزمائش کے دوران تلوار کو سونت لیا جائے تو پھر اس بات کا امکان موجود ہوتا ہے کہ ایسا شخص بھی مارا جائے جو قتل کا مستحق نہیں تھا تو اُنہوں نے اپنے ساتھیوں کے لیے یہ چیز اختیار نہیں کی کہ وہ فتنہ کے دوران تلوار سونت لیں، یہ بھی اُن کی طرف سے اپنے ساتھیوں کے بچاؤ کی کوشش تھی کیونکہ فتنہ عمومی ہوتا ہے، اُس میں اموال ضائع ہو جاتے ہیں، حرمتیں پامال ہوتی ہیں، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن تمام حضرات کو ان چیزوں سے بچایا۔

اس کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مدد حاصل کرنے کے حوالے سے اس لیے صبر سے کام لیا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن لوگوں کے خلاف گواہ بن جائیں جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا تھا اور اُن کے حکم کی مخالفت کی تھی اور اُن کا خون ناحق طور پر بہایا کیونکہ اہل ایمان زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔ نیز اس کے ہمراہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی وجہ سے کسی مسلمان کا خون بہہ جائے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسے فرد نہ بن جائیں جس کی وجہ سے کسی مسلمان کا خون بہہ گیا تھا، اُنہوں نے اسی طرح بیان کیا ہے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ طرز عمل اختیار کیا جبکہ وہ توفیق یافتہ تھے، معذور تھے اور ہدایت یافتہ تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معذرت کے مقام پر تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے لوگ بدبخت تھے[1]''۔

[1] (الآجري : كتاب الشريعة مخطوط ١٢٧ /أ)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق سیف بن عمر کی مرویات کا بیان درج ذیل ہے۔

(۱) روایت رقم (۱/۱۷) میں ذکر کیا گیا ہے کہ: ''اہل مصر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار تھے۔ اہل بصرہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے اور اہل کوفہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے''۔

مصر، بصرہ، کوفہ سے آنے والے لشکروں کا یہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدف بنا کر ان کے درمیان اختلاف کو پیدا کرنا تھا ، امام آجری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرف گئے ہیں جب انہوں نے کہا کہ:

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللَّهُ :

" وَقَدْ بَرَّأَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ , وَطَلْحَةَ , وَالزُّبَيْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ , مِنْ هَذِهِ الْفِرَقِ , وَإِنَّمَا أَظْهَرُوا لِيُمَوِّهُوا عَلَى النَّاسِ وَلْيُوقِعُوا الْفِتْنَةَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ , وَقَدْ أَعَاذَ اللَّهُ الْكَرِيمُ الصَّحَابَةَ مِنْ ذَلِكَ " .

امام آجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا طلحہ، اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم کو ان فرقوں سے لاتعلق رکھا تھا، ان لوگوں نے اس لگاؤ کا اظہار اس لیے کیا تھا تا کہ لوگوں کو غلط فہمی کا شکار کریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان فتنہ پیدا کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس چیز سے محفوظ رکھا''[1]۔

(۲) روایت رقم (۷/۱۷) میں ذکر کیا گیا ہے کہ: عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیسے شروع ہوا اور مصر سے مدینہ آنے والے لشکر نے مدینہ سے مصر کی طرف لوٹنے کے بعد کس سبب کے تحت دوبارہ مدینہ واپس ہوئے۔

وهذا الخبر يؤيده ما أخرجه خليفة بن خياط ، قال : حدثنا المعتمر بن سليمان[2] قال : سمعت أبي[3] قال : نا أبو نضرة[4] عن أبي سعيد مولى أبي أسيد الأنصاري[5] قال : سمع عثمان أن وفد أهل مصر قد أقبلوا فاستقبلهم فقالوا : ادع بالمصحف فدعا به فقالوا : افتح السابعة . وكانوا يسمون سورة يونس السابعة فقرأ حتى أتى هذه الآية : " قل الله أذن لكم أم على الله تفترون " . فقالوا له : قف أرأيت ما حميت من الحمى ؟ آلله أذن

[1] (الآجري : كتاب الشريعة : ١٩٨٩/٤).
[2] المعتمر بن سليمان التيمي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٥٣٩].
[3] سليمان بن طرخان التيمي ، ثقة عابد . [ابن حجر : التقريب ٢٥٢].
[4] المنذر بن مالك العبدي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب : ٤٥٦].
[5] أبو سعيد مولى أبي أسيد الأنصاري ، ثقة . [الهيثمي : مجمع الزوائد ٧/٢٣٢].

لك أم على الله تفتري ؟ فقال : امضه نزلت في كذا وكذا فأما الحمى فإن عمر حماه قبلي لإبل الصدقة فلما وليت زادت إبل الصدقة فزدت في الحمى لما زاد من إبل الصدقة امضه . قال : فجعلوا يأخذونه بالآية فيقول : امضه نزلت في كذا فما يريدون ؟ . فأخذوا ميثاقه وكتبوا عليه ستا وأخذ عليهم ألا يقوا عصا ولا يفارقوا جماعة ما أقام لهم شرطهم . ثم رجعوا راضين فبينا هم بالطريق إذا ركاب يتعرض لهم ويفارقهم ثم يرجع إليهم ثم يفارقهم قالوا : ما لك ؟ قال : أنا رسول أمير المؤمنين إلى عامله بمصر ففتشوه فإذا هم بالكتاب على لسان عثمان عليه خاتمه إلى عامل مصر أن يصلبهم أو يقتلهم أو يقطع أيديهم وأرجلهم . فأقبلوا حتى قدموا المدينة فأتوا عليا فقالوا : ألم تر إلى عدو الله كتب فينا بكذا وكذا ؟ وإن الله قد أحل دمه فقم معنا إليه . قال : والله لا أقوممعكم . قالوا : فلم كتبت إلينا . قال : والله ما كتبتإليكم كتابا فنظر بعضهم إلى بعض . وخرجعلي من المدينة فانطلقوا إلى عثمان فقالوا: كتبت فينا بكذا وكذا قال : إنهما اثنتان :أن تقيموا رجلين من المسلمين أو يمين بالله الذي لا إله إلا هو ما كتبت ولا أمللت ولا علمت وقد يكتب الكتاب على لسان الرجل وينقش الخاتم على الخاتم . قالوا : قد أحل الله دمك ونقض العهد والميثاق. وحصروه في القصر رضي الله عنه)

اور اس خبر کی تائید وہ روایت کر رہی ہے جسے خلیفہ بن خیاط نے تخریج کیا ہے کہتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی معتمر بن سلیمان نے وہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا ان کے والد نے کہا ہمیں خبر دی ابونضرۃ نے بواسطہ ابوسعید مولی ابواسید الانصاری کہتے ہیں: ان باغیوں کے مدینہ پہنچنے سے قبل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مصر کی آمد کی خبر پہنچ گئی، اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک بستی میں تھے، جب باغیوں کو پتہ چلا کہ آپ وہاں موجود ہیں تو وہ لوگ اس بستی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ان سے ملے .... سب سے پہلے مصری پہنچے انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: قرآن منگوائیں آپ نے قرآن منگوایا۔ ان لوگوں نے کہا: ساتویں یعنی سورۂ یونس کھولیے وہ لوگ سورہ یونس کو ساتویں کہتے تھے۔ آپ نے سورہ یونس کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے " قل الله أذن لكم أم على الله تفترون " آپ پوچھے کہ کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا یا اللہ پر افتراء ہی کیا کرتے ہو؟۔ ان لوگوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا رک جائیے ! بھلا بتائیے یہ چراگاہیں جو آپ نے مخصوص کر لیں ہیں، کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے یا

آپ اللہ پر افتراء باندھ رہے ہیں؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگے چلو یہ آیت فلاں فلاں موقع پر نازل ہوئی ہے۔ رہا چراگاہوں کا مسئلہ تو مجھ سے قبل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے چراگاہیں مخصوص کی تھیں اور جب میں خلیفہ ہوا اور زکوٰۃ کے اونٹوں میں اضافہ ہوا تو میں نے چراگاہوں میں اسی اعتبار سے اضافہ کر دیا۔ آگے چلو، اسی طرح یہ باغی ہر ہر آیت پر آپ سے مواخذہ کرتے رہے اور آپ انہیں وضاحت سے سمجھاتے رہے کہ یہ آیت فلاں فلاں موضوع کے تحت نازل ہوئی ہے پھر ان لوگوں نے آپ سے عہد لیا، اور اپنی شرطیں رکھیں اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ ان سے یہ شرط رکھی کہ ان کی شرائط پوری کرنے کی صورت میں وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ نہیں کریں گے اور نہ مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف کریں گے۔ پھر یہ سب راضی خوشی واپس ہو گئے۔ جب مصری واپس ہو رہے تھے، تو راستہ میں انہوں نے اونٹ پر ایک سوار دیکھا، جو کبھی ان کے ساتھ ہو لیتا اور کبھی ان سے الگ ہو جاتا، مصریوں نے کہا تجھے کیا ہوا؟ میں امیر المومنین کا قاصد ہوں گورنر مصر کی طرف جا رہا ہوں، ان لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اس کی تلاشی لی، اس کے پاس مصر کے گورنر کے نام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک خط ملا جس پر ان کی مہر ثبت تھی۔ ان لوگوں نے جب اس خط کو کھولا تو اس میں ان کو قتل کرنے یا سولی پر چڑھانے یا ہاتھ پیر کاٹ دینے کا حکم تھا اس خط کو پڑھ کر یہ لوگ مدینہ واپس پہنچ گئے، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے دشمن کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس نے ہمارے بارے میں کیا کیا لکھا ہے؟ اللہ نے اس کے خون کو حلال کر دیا ہے اس لیے آپ ہمارے ساتھ اس کے پاس چلو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں سے کہا: اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا، تو باغی کہنے لگے: تو آپ نے ہماری طرف خط کیوں لکھا تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تمہیں کوئی خط نہیں تحریر کیا ہے، تو ان میں سے بعض نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکلے تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو باغی لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا: آپ نے ہمارے بارے میں خط ایسا ایسا لکھا ہے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: دو صورتیں ہیں یا تو دو مسلمانوں کی گواہی قائم کرو یا میں اس اللہ کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے اور نہ املاء کرایا ہے اور نہ اس سے متعلق مجھے ادنیٰ علم ہے، انسان کی طرف سے جعلی خط لکھے جا سکتے ہیں اس کی تحریر اور مہر کی نقالی بھی کی جا سکتی ہے۔ مصری باغی کہنے لگے: عہد اور میثاق کو توڑنے کی وجہ سے اللہ نے تمہارا خون حلال کر دیا ہے۔ اس کے بعد ان باغیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا[1]۔ [اس سند کے تمام رجال ثقات ہیں]

(۳) روایت رقم (۸/۱۷) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے شہروں کے لوگوں کو خط لکھ کر مدد کی درخواست کی ہے۔

اس خبر میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا منہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے مطابق صبر کرنا اور قتال سے رکے رہنا تھا، اس روایت کو ابن ابی عاصم نے ابو سہلہ کے طریق سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکالا ہے

---

[1] (خليفة بن خياط : التاريخ ٩١٦).

فرماتی ہیں: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کر دیا گیا تو عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ قتال کیوں نہیں کر رہے ہیں (ان باغیوں سے) عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا اور میں اسی عہد پر ڈٹا ہوا ہوں اور اسی پر صبر کروں گا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم دیکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے جو بھی امر تھا اسے ان کے سپرد کر دیا تھا[1]۔

④ روایت رقم (۳/۱۷، ۴، ۵، ۶، ۱۲) ذکر کرتی ہے کہ عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے اور عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے منافقوں سے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے لعنت کی وجہ سے یہ ملعون ہیں۔

اس خبر کی تائید صحیح بخاری کی یہ روایت کر رہی ہے جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں تخریج کیا ہے:

حدیث نمبر: ۱۸۶۷ - حدثنا ابو النعمان، حدثنا ثابت بن يزيد، حدثنا عاصم ابو عبد الرحمن الاحول، عن انس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" المدينة حرم من كذا إلى كذا، لا يقطع شجرها، ولا يحدث فيها حدث من احدث حدثا، فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين".

ہم سے ابوالنعمان نے بیان کیا، ان سے ثابت بن یزید نے بیان کیا، ان سے ابوعبدالرحمٰن احول عاصم نے بیان کیا، اوران سے انس رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مدینہ حرم ہے فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک (یعنی جبل عیر سے ثور تک) اس حد میں کوئی درخت نہ کاٹا جائے نہ کوئی بدعت کی جائے اور جس نے بھی یہاں کوئی بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے“[2]۔

⑤ روایت رقم (۱۸) بیان کرتی ہے اس بات کے متعلق کہ منافقین نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھانے/ پڑھنے سے منع کر دیا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا تھا۔

اس خبر کی تائید وہ روایت کرتی ہے جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں عبداللہ بن عدي الخیار کے طریق سے تخریج کیا ہے:

قال ابو عبد الله: وقال لنا: محمد بن يوسف، حدثنا الاوزاعي، حدثنا الزهري، عن حميد

---

[1] [الالبانی کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ ابن أبي عاصم : كتاب السنة ٢/٥٦١].

[2] (البخاري : صحيح البخاري مع شرحه فتح الباري ٤/٩٧)

بن عبد الرحمن، عن عبيد الله بن عدي بن خيار، انه دخل على عثمان بن عفان رضي الله عنه وهو محصور، فقال: إنك إمام عامة، ونزل بك ما نرى، ويصلي لنا إمام فتنة ونتحرج، فقال:" الصلاة احسن ما يعمل الناس، فإذا احسن الناس فاحسن معهم، وإذا اساءوا فاجتنب إساءتهم"[1].

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے کہا کہ ہم سے امام اوزاعی نے بیان کیا، کہا ہم سے امام زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عدی بن خیار سے کہ وہ خود عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب کہ باغیوں نے ان کو گھیر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہی عام مسلمانوں کے امام ہیں مگر آپ پر جو مصیبت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ ان حالات میں باغیوں کا مقررہ امام نماز پڑھا رہا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ کر گنہگار نہ ہو جائیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نماز تو جو لوگ کام کرتے ہیں ان کاموں میں سب سے بہترین کام ہے۔ تو وہ جب اچھا کام کریں تم بھی اس کے ساتھ مل کر اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو۔

⑥ روایت رقم (۲۰) بیان کرتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے باغیوں کے مطالبے پر خود کو معزول کرنے سے انکار کر دیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت کے مطابق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کی تھی۔

اس وصیت کو ابن ابی عاصم نے تخریج کیا ہے ام المومنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے وہ فرماتی ہیں: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يا عثمان ، إن الله مقمصك قميصا ، فإن أرادك المنافقون على خلعه فلا تخلعه "۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: "یا عثمان! اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا، منافقین چاہیں گے تم اس قمیص کو اتار دو، تم اس قمیص کو ہرگز نہ اتارنا"[2]۔

⑦ دو روایتیں رقم (۳/۱۷) اور (۲۰) اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ اُمیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو باغیوں سے اپنا (عثمان رضی اللہ عنہ کا) دفاع کرنے سے منع کر دیا تھا۔

سیف بن عمر کی اس خبر کی تائید وہ روایت کر رہی ہے جسے خلیفہ بن خیاط نے تخریج کیا ہے کہتے ہیں:

---

[1] البخاري : صحيح البخاري مع شرحه فتح الباري ٢ / ٢٢١ ، ٢٢٠.
[2] (ابن أبي عاصم : كتاب السنة ٢ / ٥٦٢).[الالبانی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے]-

حدثنا ابن علية[1] قال : أخبرنا أيوب[2] ، عن ابن أبي مليكة[3] ، عن عبد الله بن الزبير قال : " قلت لعثمان : إنا معك في الدار عصابة مستبصرة ينصر الله بأقل منهم ، فائذن لنا . فقال : أذكر الله رجلًا أهرق في دمه ، أو قال : دما[4] ".

ہم گھر میں آپ کے ساتھ ہیں، آنکھیں کھلی رکھنے والی جماعت ہیں، اللہ ان کی مدد ان کی قلیل تعداد ہونے کے باوجود کرے گا، اس لیے ہمیں (ان باغیوں سے قتال کرنے کی) اجازت دیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کو یاد کرو ایک آدمی جسے اس کے خون میں نہلا دیا گیا ہو، یا انہوں نے کہا: (صرف) خون۔

[اس سند کے رجال ثقات ہیں]

اور اس روایت کو خلیفہ بن خیاط نے تخریج کیا ہے کہتے ہیں:

سمعت عبد الوهاب بن عبد المجيد[5] قال : سمعت يحي بن سعيد[6] يقول : سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة[7] (٦) يقول : " كنت مع عثمان في الدار فقال : أعزم على كل من رأى أن عليه سمعا وطاعة إلا كف يده وسلاحه فإن أفضلكم عندي غناءً من كف يده وسلاحه ".

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں: جس گھر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے میں ان کے ہمراہ تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ہر اس شخص سے عزم مصمم کرتا ہوں جو اس بات کو دیکھے کہ اس پر سننا اور اطاعت کرنا ہے الا یہ کہ وہ اپنے ہاتھ اور اپنے اسلحے کو روکے رکھے کیونکہ میرے نزدیک تمہارے غنی ہونے سے زیادہ افضل یہ ہے کہ جو اپنے ہاتھ اور اپنے اسلحے کو روک کر رکھے۔

[اس سند کے رجال ثقات ہیں]

⑧ سیف بن عمر کی روایت رقم (۲۰) بیان کرتی ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی قتال سے ہاتھ

[1] هو إسماعيل بن إبراهيم بن مقسم ، ثقة حافظ . [ابن حجر : التقريب ١٠٥].

[2] هو أيوب بن أبي تميمة السختياني ، ثقة ثبت . [ابن حجر : التقريب ١١٧].

[3] هو عبد الله بن عبيد الله بن عبد الله بن أبي مليكة ، ثقة فقيه . [ابن حجر: التقريب ٣١٢].

[4] (خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٣).

[5] عبد الوهاب بن عبد المجيد الثقفي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٣٦٨].

[6] يحي بن سعيد الأنصاري ، ثقة ثبت . [ابن حجر : التقريب ٥٩١].

[7] عبد الله بن عامر بن ربيعة العتري ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٣٠٩].

روکنے کی اس وصیت کو نہیں مانا۔

اس خبر کی تائید ابن عبدالبر کی تخریج کردہ روایت سے ہو رہی ہے جسے انہوں نے اسد بن موسیٰ کے طریق سے نکالا ہے:

وهذا الخبر يؤيده ما أخرجه ابن عبد البر[1] ، من طريق أسد بن موسى[2] قال : حدثنا محمد بن طلحة[3] ، قال : حدثنا كنانة[4] مولى صفية بنت حيي بن أخطب قال : (شهدت مقتل عثمان ، فأخرج من الدار أمامي أربعة من شبان قريش ملطخين بالدم محمولين ، كانوا يدرؤون عن عثمان رضي الله عنه : الحسن بن علي ، وعبد الله بن الزبير ، ومحمد بن حاطب[5] ، ومروان بن الحكم)

اسد بن موسیٰ کہتے ہیں: ہم سے بیان کیا محمد بن طلحہ نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا کنانہ مولیٰ ام المومنین صفیہ بنت حيي بنت أخطب نے فرماتے ہیں: میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت موجود تھا، میرے سامنے (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے) گھر سے قریش کے چار زخمی نوجوانوں کو خون سے لت پت اٹھائے ہوئے باہر نکالا گیا، یہ نوجوان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کر رہے تھے یہ چار نوجوان حسن بن علی، عبداللہ بن زبیر، محمد بن حاطب اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم تھے۔

(٩) سیف بن عمر تمیمی کی روایت رقم (١/٢١) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے بعض شہروں سے لوگوں کے نکلنے کا باغیوں پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ شدید ترین کر دیا۔

وهذا الخبر يؤيده ما أخرجه ابن سعد من طريق الواقدي[6] ، في إسناده قال : ما زال المصريون كافين عن دمه وعن القتال حتى قدمت أمداد العراق من الكوفة ومن البصرة ومن الشام ، فلما جاؤوا وشجع القوم حين بلغهم أن البعوث قد فصلت من العراق من عند ابن عامر ، ومن مصر من عند عبد الله بن سعد ، فقالوا : نعالجه قبل أن تقدم الأمداد .

---

[1] ابن عبد البر ، الاستيعاب ٤٥/٨.

[2] أسد بن موسى بن إبراهيم الأموي ، ثقة . [ابن حبان : كتاب الثقات ١٣٦/٨].

[3] محمد بن طلحة اليامي ، ثقة . [العجلي : تاريخ الثقات ٤٠٦].

[4] كنانة مولى صفية ، ثقة . [ابن حبان : كتاب الثقات ٣٣٩/٥)

[5] محمد بن حاطب الجمحي ، صحابي صغير ، مات سنة ٩٤هـ . [ابن حجر : التقريب ٤٧٣]

[6] ابن سعد : الطبقات ٣ / ١ ، ٧٢

سیف بن عمر کی اس خبر کی تائید وہ روایت کرتی ہے جسے ابن سعد نے علامہ واقدی کی سند کے طریق سے نکالا ہے کہتے ہیں: مصری اس وقت تک آپ کے خون اور قتل سے رکے رہے جب تک کہ کوفیوں، بصریوں اور شامیوں کی مدد عراق سے نہ آ گئی، پھر جب وہ لوگ آئے اور ان کو معلوم ہوا کہ عراق سے ابن عامر اور مصر سے عبداللہ بن سعد کے پاس سے لشکر روانہ ہو گئے، تو یہ دلیر ہو گئے، انہوں نے کہا کہ امداد آنے سے پہلے ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے عجلت کریں گے۔

١٠ روایت رقم (١/٢١) ذکر کرتی ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے منافقین کی طرف سے شدید ترین محاصرے کے بارے میں۔ منافقین نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اس شدت کے ساتھ محاصرہ کیا ہوا تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہونا ممکن نہ رہا۔

سیف بن عمر کی اس روایت کی تائید وہ خبر کرتی ہے جسے ابن سعد نے تخریج کیا ہے کہتے ہیں: أخبرنا كثير بن هشام[١] عن جعفر بن برقان[٢] قال : حدثني راشد بن كيسان أبو فزارة العبسي[٣] : ابو فزارة عبسی سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب وہ مکان میں محصور تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا کہ میرے پاس آ ؤ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ چلنے کے لیے کھڑے ہوئے گھر کے کچھ لوگ بھی ہمراہ ہو لیے اور روک کر عرض کی کہ سامنے انبوہ کو نہیں دیکھتے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچنا ممکن کیسے ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک سیاہ عمامہ تھا جس کو سر سے اتار کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاصد کی طرف پھینک دیا اور کہا کہ انہیں اس واقعے کی خبر دے دو جو تم نے دیکھا[٤]۔

[اس سند کے تمام رجال ثقہ ہے مگر یہ روایت مرسل ہے]۔

١١ تاریخ طبری میں سیف بن عمر سے مروی روایت (١/٢١) أم المؤمنین أم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے واسطے آنا، منافقین نے تمام چیزوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچانے سے منع کر دیا جو آپ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے لے کر آئی تھیں۔

اس خبر کی تائید وہ روایت کر رہی ہے جسے امام أحمد نے إمام حسن بصری کے طریق سے نکالا ہے فرماتے ہیں: جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر قید کی بندش سخت کی گئی تو پوچھا گیا: یہ لوگ کون ہیں؟ چنانچہ أم المؤمنین أم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوگ بھیجے گئے تو وہ چادر زیب تن کیے سفید خچر پر سوار ہو کر تشریف لائیں، جب وہ دروازے کے قریب پہنچیں تو محاصرین نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو بتایا گیا: یہ سیدۃ أم حبیبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ باغی کہنے لگے: ان کو بھی اندر جانے کی

---

[١] كثير من هشام الكلابي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٤٦٠].
[٢] جعفر بن برقان الجزري ، ثقة . [ابن حبان : الثقات ١٣٦/٦].
[٣] راشد بن كيساني العبسي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٢٠٤].
[٤] ابن سعد : الطبقات ٦٨/٣ .

اجازت نہیں ہے چنانچہ انہیں بھی وہاں سے واپس کر دیا گیا۔

فضائل صحابہ کے محقق شیخ وصی اللہ محمد بن عباس کہتے ہیں: سند صحیح ہے[1]۔

⑫ تاریخ طبری میں سیف بن عمر سے مروی روایت (۱/۲۱) اُم المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مدینہ سے مکہ کی طرف خروج کے واقعہ کو بیان کرتی ہے۔

سیف بن عمر کی روایت کی تائید وہ روایت کرتی ہے جسے ابن حجر نے ذکر کر کے امام طبری کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے: یہ خبر صحیح الاسناد ہے۔ اس روایت میں سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بیان کیا گیا ہے آپ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت مکہ میں تھیں[2]۔

⑬ تاریخ طبری میں سیف بن عمر سے مروی روایت (۲۲) مغیرہ بن الاخنس رضی اللہ عنہ کے حج کے متعلق ذکر کرتی ہے اس بارے میں کوئی بھی چیز صحیح ثابت نہیں ہے، ثابت بات یہ ہے کہ سیدنا مغیرہ بن الاخنس رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے، اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایام تشریق کے وسط میں شہید کیے گئے تھے۔ جیسا کہ آگے آئے گا ان شاء اللہ، لہٰذا سیدنا مغیرہ بن الاخنس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خبر کہ وہ حج کرنے گئے ہوئے تھے سیف بن عمر کی یہ بات مردود ہے۔ جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

⑭ تاریخ طبری میں سیف بن عمر سے مروی روایت (۲/۲۳) ذکر کرتی ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا منافقین کو روکنا اور ان سے تصادم/ جھڑپ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ سلوک/تصرف اس سے قبل ہوا تھا جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ترکِ قتال اور گھر سے نہ نکلنے کا عزم کیا تھا۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے جنھوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو منافقین کے محاصرے سے نکالنے کا عزم کیا ہوا تھا۔

ويشهد لذلك ما أخرجه ابن سعد[3] قال : أخبرنا أبو معاوية الضرير[4] قال : أخبرنا الأعمش[5] عن أبي صالح[6] عن أبي هريرة قال : (دخلت على عثمان يوم الدار فقلت : يا أمير المؤمنين طاب أم ضرب ، فقال : يا أبا هريرة أيسرك أن تقتل الناس جميعا وإياي؟

---

[1] (أحمد بن حنبل : فضائل الصحابة . ١/٤٩٢).

[2] (ابن حجر : فتح الباري ٣٨/ ٣١) .

[3] ابن سعد : الطبقات ٧٠/٣).

[4] محمد بن حازم ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٤٧٥].

[5] سليمان بن مهران الأسدي ، ثقة حافظ . [ابن حجر : التقريب ٢٥٤].

[6] ذكوان السمان ، ثقة ثبت . [ابن حجر : التقريب ٢٠٣].

قال : قلت : لا ، قال : فإنك والله إن قتلت رجلا واحدا فكأنما قتل الناس جميعا ، قال : فرجعت ولم أقاتل) .

اور امام طبری کی سیف بن عمر کے واسطے سے روایت کی شاہد روایت وہ ہے جسے ابن سعد نے طبقات میں تخریج کیا ہے کہتے ہیں: قال أخبرنا أبو معاوية الضرير قال : أخبرنا الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں یوم الدار کے دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا یا امیر المومنین! نیکی یا تیغ زنی فرمایا: اے ابو ہریرہ! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم سب لوگوں کو اور مجھ کو قتل کر دو، انہوں نے کہا: نہیں، فرمایا : واللہ! اگر تم نے ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا سب آدمی قتل کر دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ پھر میں لوٹ گیا اور خوں ریزی نہیں کی۔

[دکتور خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے رجال ثقات ہیں]

⑮ سیف بن عمر کی روایت رقم (۲۲) اور (۲۴) بیان کرتی ہے کہ حسن بن علی اور عبداللہ بن الزبیر اور مروان بن الحکم نے منافقین کو سیدنا عثمان کے گھر پر دھاوا بولنے پر روکنے کی کوشش کی تھی۔

اس خبر کی تائید ابن عبدالبر کی تخریج کردہ روایت سے ہو رہی ہے جسے انہوں نے اسد بن موسی کے طریق سے نکالا ہے:

وهذا الخبر يؤيده ما أخرجه ابن عبد البر[١] ، من طريق أسد بن موسى[٢] قال : حدثنا محمد بن طلحة[٣] ، قال : حدثنا كنانة[٤] مولى صفية بنت حيي بن أخطب قال : (شهدت مقتل عثمان ، فأخرج من الدار أمامي أربعة من شبان قريش ملطخين بالدم محمولين ، كانوا يدرؤون عن عثمان رضي الله عنه : الحسن بن علي ، وعبد الله بن الزبير ، ومحمد بن حاطب[٥] ، ومروان بن الحكم)

اسد بن موسیٰ کہتے ہیں: ہم سے بیان کیا محمد بن طلحہ نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا کنانہ مولیٰ ام المومنین صفیہ بنت حیی بنت اخطب فرماتے ہیں: میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت موجود تھا، میرے سامنے (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے) گھر سے قریش کے چار زخمی نوجوانوں کو خون سے لت پت اٹھائے ہوئے باہر نکالا گیا، یہ نوجوان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت

---

[١] ابن عبد البر ، الاستيعاب ٤٥/٨.

[٢] أسد بن موسى بن إبراهيم الأموي ، ثقة . [ابن حبان : كتاب الثقات ١٣٦/٨].

[٣] محمد بن طلحة اليامي ، ثقة . [العجلي : تاريخ الثقات ٤٠٦].

[٤] كنانة مولى صفية ، ثقة . [ابن حبان : كتاب الثقات ٣٣٩/٥)

[٥] محمد بن حاطب الجمحي ، صحابي صغير ، مات سنة ٩٤هـ . [ابن حجر : التقريب ٤٧٣]

کر رہے تھے یہ چار نوجوان حسن بن علی، عبداللہ بن زبیر، محمد بن حاطب اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم تھے۔

امام طبري کی سیف بن عمر سے روایت کردہ خبر رقم (۲۴) اس بات کا ذکر کرتی ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور مروان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں منافقین کے داخل ہونے کے بعد فرار ہو گئے تھے اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے اور یہ خبر کنانہ مولیٰ صفیہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معارض ہے جو کہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح روایت کے طور پر شمار کی جاتی ہے۔ اس روایت کا ذکر آگے آئے گا۔

⑯ امام طبري کی سیف بن عمر سے روایت کردہ خبر رقم (۲۳ / ۴) اس بات کا ذکر کرتی ہے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے منافقین کو امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے ڈرایا پھر منافقین نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور ان کے ساتھ استہزاء کیا۔

امام طبري کی سیف بن عمر سے روایت کی تائید ہیثمی کی ذکر کردہ روایت سے ہوتی ہے اس روایت کو ہیثمی نے طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس روایت کے متعلق کہا: اس روایت کے رجال ثقہ ہیں[1]۔

⑰ امام طبري کی سیف بن عمر سے روایات رقم (۲۲) اور (۲۳/۱، ۳) اور (۲۳) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر منافقین کے دھاوا بولنے کی کیفیت کو بیان کرتی ہے پھر اس کے بعد روایت یہ بیان کرتی ہے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں منافقین سے جھڑپوں کی کیفیت اور منافقین اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والے بحث ومباحثے کو بیان کرتی ہے۔

تاہم، اس سے متعلق ایک حلقہ مفقود ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر پر منافقین کے دھاوا بولنے کے بعد کی کیفیت سے متعلق ہے۔

اور یہ حلقہ مفقودہ (گم شدہ واقعہ)، اس بحث ومباحثہ کے علاوہ ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ اور منافقین کے درمیان ہوا تھا۔ خلیفہ بن خیاط نے اپنے شیخ معتمر عن ابیہ کے طریق سے اسے ابونضرہ بواسطہ ابوسعید مولیٰ ابواسید سے نکالا ہے کہتے ہیں:

(سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور اپنے سامنے مصحف (قرآن مجید) رکھ لیا ان کے پاس ایک شخص داخل ہوا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میرے اور تیرے درمیان اللہ کی کتاب ہے وہ شخص یہ سنتے ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر باہر نکل گیا، پھر اس کے نکلنے کے بعد ایک دوسرا شخص داخل ہوا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا تیرے اور میرے درمیان اللہ کی کتاب ہے چنانچہ اس شخص نے تلوار سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر وار کیا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ہاتھ سے روکنا چاہا تو وہ کٹ گیا۔ راوی کہتے ہیں: مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ وہ ہاتھ جدا ہو گیا تھا یا

---

[1] (الهيثمي : مجمع الزوائد ٩ / ٩٦ ، ٩٥) .

صرف کٹا ہی تھا انہوں نے کہا: یہ وہ پہلی ہتھیلی ہے جو جوڑ سے کاٹی گئی[1]۔

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے تمام رجال ثقات میں سے ہیں]

⑱ امام طبري کی ذکر کردہ روایت رقم (۲۳ / ۵) اور (۲۴) سیدنا محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ کے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے براءت کو بیان کرتی ہے۔

سیف بن عمر کی خبر کی تائید خلیفہ بن خیاط کی تخریج کردہ روایت کرتی ہے کہتے ہیں: حدثنا المعتمر عن أبيه عن الحسن البصري: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا گمان ہے کہ محمد بن ابی بکر نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان کی داڑھی پکڑی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے ایسی جگہ سے پکڑا ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اس جگہ سے نہ پکڑتے اور نہ ایسی جگہ بیٹھتے، یہ سن کر محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ باہر چلے گئے۔

اور جسے عبن عبد البر نے تخریج کیا ہے اسد بن موسیٰ کے طریق سے کہتے ہیں ہم سے بیان کیا محمد بن طلحہ نے، کہتے ہیں ہم سے بیان کیا کنانہ مولیٰ صفیہ بنت حيي بن أخطب نے کہا: جس روز سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے میں وہاں حاضر تھا........ محمد بن طلحہ کہتے ہیں: میں نے کنانہ سے پوچھا: کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں محمد بن ابی بکر کا بھی کچھ حصہ ہے؟ کنانہ نے کہا: اللہ کی پناہ، محمد بن ابی بکر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ضرور ہوئے تھے، تو انہوں نے محمد بن ابی بکر سے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے تو میرا صاحب نہیں ہے، بس اتنا سننا تھا کہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکل گئے اور اس قتل میں ان کا ذرا برابر بھی حصہ نہ تھا[2]۔

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے تمام رجال ثقات ہیں]

⑲ اِمام طبري کی سیف بن عمر سے روایت رقم (۲۳/۶) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والوں نام کا ذکر کرتی ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے متعلق رقم (۱۷) میں یہ فقرہ ثابت ہے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ منافقین خوف کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے گریزاں تھے، لیکن وہ شخص جس نے عثمان رضی اللہ عنہ پر جھوٹ گھڑا کہ مصر کے گورنر کی طرف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ مصری وفد کو پھانسی اور قتل کر دیا جائے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر یہ جھوٹ گھڑا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مصری وفد کو خط لکھ کر مدینہ کی طرف لوٹنے کا حکم دیا، یہ وہ شخص ہے جس کی نفرت پھٹ کر سامنے آ چکی تھی۔ وہ اپنی (اس نفرت انگیز) کوششوں کے ثمرات کو ضائع کرنے پر (کسی طور پر) راضی نہ تھا، اور وہ کوشش قتل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تھی، بعد اس کے کہ یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ اس کے اور اس کے ہدف کے درمیان فاصلہ بہت

---

[1] خليفة بن خياط : التاريخ ١٧.

[2] ابن عبد البر: الاستيعاب ٤٦ ، ٢/٤٥.

قریب ہو گیا ہے، چنانچہ (خط کے جعلی ہونے کا) یہی وہ تردد تھا جس میں منافقین مبتلا تھے عثمان رضی اللہ عنہ (کو قتل کرنے کے لیے) ان پر داخل ہونے پر، یہودی عبداللہ بن سبا (ابن السوداء) جو کہ مصر سے آنے والے لشکر میں شامل تھا۔ جیسا کہ امام طبری کی سیف بن عمر سے روایت رقم (۱/۱۷) میں ذکر کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن سبا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے بذاتِ خود آگے بڑھا۔

مندرجہ ذیل روایات کے بارے میں میرا پختہ خیال یہی ہے:

① اس روایت کو خلیفہ بن خیاط نے تخریج کیا ہے کہتے ہیں: حدثنا المعتمر عن أبيه عن أبي نضرة عن أبي سعيد مولى أبي أسيد الأنصاري کہتے ہیں:

(سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بنی سدوس کا ایک شخص داخل ہوا اسے الموت الاسود یعنی کالی موت کہا جاتا تھا، اس نے تلوار مارنے سے قبل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا گلا دبوچ لیا، اس کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم! ان کے گلے سے ملائم کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی۔ میں نے ان کا گلا دبایا تو میں نے ان کی جان کو جسم میں ادھر سے ادھر جن[۱] کی طرح بھاگتے ہوئے پایا[۲]۔

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے رجال ثقات ہیں]

② اور جو ابن سعد نے روایت کیا ہے قال: أخبرنا أحمد بن عبد الله بن يونس[۳] قال: أخبرنا زهير بن معاوية[۴] قال: ہمیں خبر دی کنانہ مولیٰ صفیہ نے: کہتے ہیں: ''میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے اندر ان کے قاتل کو دیکھا ہے وہ مصری شخص تھا اس کو جبلہ[۵] کہا جاتا ہے، اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کہہ رہا تھا میں نعثل کا قاتل ہوں[۶]،[۷]

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے رجال ثقہ ہیں]

---

[۱] الجان: نوع من الحيات، خفيف الحركة، دقيق الشكل. [ابن منظور: لسان العرب ۱۳/۹۷].

[۲] خليفة بن خياط: التاريخ ۱۷٤.

[۳] أحمد بن عبد الله بن يونس التميمي، ثقة حافظ. [ابن حجر: التقريب ۸۱].

[۴] زهير بن معاوية بن حديج الجعفي، ثقة ثبت. [ابن حجر: التقريب ۲۱۸].

[۵] جبلة: الغليظ. [ابن منظور: لسان العرب ۱۱].

[۶] نعثل: رجل من أهل مصر كان طويل اللحية، قيل: إنه كان يشبه عثمان، وشاتمو عثمان رضي الله عنه يسمونه نعثلًا تشبيها بذلك الرجل المصري. نعثل کہتے ہیں مصر کے ایک شخص کو جو کہ طویل داڑھی والا شخص تھا کہا گیا ہے کہ یہ شخص سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھا۔ اور ان سبائیوں نے اس مصری شخص کے مقابلے میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعثل کہہ کر برا بھلا کہا۔ [ابن منظور: لسان العرب ۱۱/٦۷۰].

[۷] ابن سعد: الطبقات ۸٤، ۳/۸۳

③- جو ابن عبدالبر نے اُسد بن موسیٰ کے طریق سے تخریج کیا ہے قال : حدثنا محمد بن طلحة قال : حدثنا كنانة مولى صفية بنت حيي بن أخطب ، قال: ''جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا میں موجود تھا .... محمد بن طلحہ نے کہا: میں نے کنانہ سے پوچھا: کس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا؟ کنانہ نے کہا: اُن کا قاتل ایک مصری شخص تھا جسے جبلہ بن ایہم کہا جاتا ہے، قتل کرنے کے بعد اس نے یہ کہتے ہوئے میں نعثل کا قاتل ہوں تین دفعہ چکر لگایا[1]''۔

[ڈاکٹر خالد بن الغیث کہتے ہیں: اس سند کے راوی ثقہ ہیں]

④ جو خلیفہ بن خیاط نے تخریج کیا کہتے ہیں: حدثنا أبو داؤد[2] قال أخبرنا محمد بن طلحة قال : أخبرنا كنانة مولى صفية قال: '' کنانہ کہتے ہیں جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا میں وہاں موجود تھا...... محمد بن طلحہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اُن کو کس نے قتل کیا؟ کنانہ نے کہا: مصر کے ایک شخص نے جسے حمار کہا جاتا ہے[3]''۔

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے راوی ثقات ہیں]

سابقہ روایات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ:

[١] ان روایات میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام نہیں لیا گیا۔ اس قاتل کو وہ لقب دیا گیا جس کا اس پر اطلاق کیا گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے روایات میں اس کا لقب ذکر کیا گیا تھا الموت الاسود، دوسری روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کا عرفی نام جبلہ ہے یعنی غلیظ تھا۔

[٢] تیسری روایت میں ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کو جبلہ بن الایہم کہا جاتا تھا۔

[٣] اور لفظ (الایہم) مخطوطہ کے مصنف کی طرف سے ایک غیر مقصود اضافہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس کا سبب غسانی شہزادے جبلة بن الأيهم کی شہرت ہے جو عمر بن الخطاب کے دور میں مرتد ہو گیا تھا[4]۔

[٤] اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ دوسری روایت میں خبر کا راوی جو کہ کنانہ ہے جو صفیہ رضی اللہ عنہا کا غلام ہے اور تیسری روایت میں خبر کا راوی وہی ہے۔

---

[1] ابن عبد البر : الاستيعاب ٨ / ٤٦ ، ٤٥.

[2] سليمان بن داود الطيالسي ، ثقة حافظ . [ابن حجر : التقريب ٢٥٠].

[3] خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٥.

[4] ابن حزم : جمهرة أنساب العرب ٧٢٣.

یہ اضافہ دوسری اور تیسری روایت کے متن کے درمیان بہت بڑی مشابہت ہے۔

5 چوتھی روایت میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کو حمار کہا گیا ہے۔

اور لفظ (حمار) لفظ (جبلہ) سے تحریف ہوسکتا ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بالخصوص تیسری روایت میں کہی گئی ہے کہ خبر کا راوی دوسری روایت میں خبر کا راوی تیسری اور چوتھی روایت میں خبر کا راوی یعنی خود صفیہ رضی اللہ عنہا کا آزاد کردہ غلام کنانہ ہے۔

ان روایات کے متون میں یہ اضافہ یکساں طور پر موجود ہے۔

مندرجہ بالا ملاحظات سے معلوم ہوا کہ جس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ایک شخص شمار کیا گیا ہے۔

اس کے کئی القابات ہیں، وہ (موت الاسود) سیاہ موت ہے، اور وہ اہل مصر میں سے (رجل أسود) ایک سیاہ فام آدمی ہے جسے جبلہ کہا جاتا ہے، اور وہ عبداللہ بن سبا (ابن السوداء) ہے جو مصر کے وفد کے ساتھ مدینہ آیا تھا۔

⑳ امام طبری کی روایت کردہ خبر رقم (۲۴) روایت ذکر کرتی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ غروب شمس سے قبل شہید کر دیے گئے تھے۔

اس خبر کے متعلق مختلف روایات درج ذیل ہیں۔

ا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل صبح ہوا تھا[1]۔

۲ امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عصر کے وقت شہید ہوئے[2]۔

۳ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غروب شمس سے قبل شہید کر دیے گئے تھے۔ یہ روایت سیف بن عمر کی ہے۔

تاہم ان اقوال میں سب سے مضبوط قول یہی ہے کہ وہ صبح کے وقت شہید ہوئے، رضی اللہ عنہ۔

اور اس روایت کو بلاذری نے تخریج کیا ہے: قال : حدثني أحمد بن إبراهيم الدورقي[3] ، حدثنا

---

[1] البلاذري : أنساب الأشراف ق ٥٧٤/١/٤ ، الطبري : التاريخ ٥١٦/٤.

[2] البلاذري : أنساب الأشراف ق ٥٧٤/١/٤ ، الطبري : التاريخ ٥١٦/٤.

[3] أحمد بن إبراهيم الدورقي ، ثقة حافظ . [ابن حجر : التقريب ٧٧].

وهب بن جرير[1] ، حدثنا أبي[2] قال : سمعت يعلى[3] يحدث عن نافع[4] بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضي الله عنه نے جس رات ﷺ کو خواب میں دیکھا اس کی صبح کو آپ قتل ہوئے، عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس آئے ہیں اور ان سے کہا: اے عثمان ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا، پس آپ روزے کی حالت میں قتل کر دیے گئے[5]۔

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: اس سند کے رجال ثقات ہیں]

(۲۱) امام طبري کی سیف بن عمر سے روایت کردہ خبر رقم (۲۷) اور (۲۸) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل جمعہ کے دن ہوا۔

تمام مصادر میں اس قول پر تقریباً اجماع ہے[6]۔

اس بارے میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن قتل ہوئے اس باب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے''[7]۔

(۲۲) اِمام طبري کی سیف بن عمر کی روایات رقم (۲۷) اور (۲۸) ذکر کرتی ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اس وقت ہوا جب ذوالحجہ کی اٹھارہ راتیں گزری تھیں۔

اس خبر کے متعلق مختلف روایات درج ذیل ہیں:

[أ] آپ کی شہادت دس ذی الحجہ کو ہوئی[8]۔

[٢] آپ کی شہادت بارہ ذی الحجہ کو ہوئی[9]۔

---

[1] وهب بن جرير بن حازم الأزدي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٥٨٥].

[2] جرير بن حازم الأزدي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ١٣٨].

[3] يعلى بن حكيم الثقفي ، ثقة . [ابن حجر : التقريب ٦٠٩].

[4] نافع ، أبو عبد الله المدني ، مولى ابن عمر ، ثقة ثبت . [ابن حجر : التقريب ٥٥٩].

[5] البلاذري : أنساب الأشراف ق ٥٧٤/١/٤.

[6] ابن سعد : الطبقات ٧٧/٣ ، خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٦ ، البلاذري : أنساب الأشراف ق ٤/ ٥٧٤/١ ، الطبري : التاريخ ٥/٤١٤ ، ٦١٤.

[7] ابن كثير : البداية والنهاية ٧/١٩٠.

[8] خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٧.

[9] أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) ١٠/٢.

۳ سترہ ذی الحجہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی[1]۔

۴ اٹھارہ ذوالحجہ کو آپ کی شہادت ہوئی[2]۔ تاہم ان اقوال میں سب سے مضبوط قول وہ ہے جسے امام احمد کے بیٹے عبداللہ[3] نے ابوعثمان[4] کے طریق سے تخریج کیا ہے۔ (کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو ایام تشریق کے وسط میں قتل کیا گیا[5]۔

[ڈاکٹر خالد الغیث کہتے ہیں: [احمد شاکر کہتے ہیں اس روایت کی سند صحیح ہے]

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بارہ ذی الحجہ کو قتل ہوئے۔

۲۳ امام طبری کی سیف بن عمر سے روایت کردہ دو خبریں رقم (۲۵) اور (۲۶) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ اور ان کی تدفین کے متعلق ذکر کرتی ہیں۔

اس خبر کو درج ذیل نکات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱ رقم (۲۵) کی روایت صلاۃ الجنازہ کے متعلق ذکر کرتی ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم نے مشترکہ طور پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی ساتھ اس کے کہ جیسا کہ سابقہ روایت میں ثابت ہو چکا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ اور مروان سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر سے یوم الدار کے دن دونوں زخمی حالت میں اٹھا کر لائے گئے تھے۔

اور یہ بات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں ان کی شرکت کو مشکوک بنا رہی ہے۔

۲ امام طبری کی روایت رقم (۲۵) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے کپڑوں میں دفن کیا گیا اور انہیں غسل نہیں دیا گیا تھا۔ تاہم ابن کثیر نے اس پر شک کرتے ہوئے کہا: ''وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دینے کے بعد ایک دروازے پر لے کر گئے اور بعض لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن نہیں دیا گیا تھا، پہلی بات ہی صحیح ہے[6]''۔

۳ ان لوگوں کے ناموں کے بارے میں روایات جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی۔

---

[1] خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٦.

[2] أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) ١٠/٢.

[3] عبد الله بن أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني ، ثقة ، من الطبقة الثانية عشرة ، مات سنة ٢٩٠هـ . [ابن حجر: التقريب ٣٥١].

[4] عبد الرحمن بن مل ، أبو عثمان النهدي ، ثقة ثبت ، من الطبقة الثانية ، مات سنة ٩٥هـ . [ابن حجر : التقريب ٣٥١].

[5] أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) ٢/١٠.

[6] ابن كثير: البداية والنهاية ٧/١٩١.

اس بارے میں روایت رقم (۲۵) ان میں سے بعض افراد کا ذکر کرتی ہے، جیسا کہ ابن سعد[1] نے بعض ناموں کے بارے میں جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ادا کی ہے واقدی کے طریق سے تخریج کیا ہے جن کے بارے میں سیف نے اپنی روایت میں ذکر نہیں کیا ہے، ان میں جبیر بن مطعم[2]، حکیم بن حزام[3]، اور ابوجہم بن حذیفہ[4] اور نیار بن مکرم الاسلمی[5] اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بعض ازواج کے ناموں کا ذکر ہے۔

اور جو امام احمد[6] نے تخریج کیا ہے قتادۃ کے طریق سے کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔

اور اس میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کی امامت کس نے کی تھی، کہا گیا ہے: کہ وہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کی امامت کی تھی جیسا کہ ابن سعد[7] کی روایت میں ہے جسے انہوں نے واقدی کے طریق سے نکالا ہے، اور کہا گیا: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کی امامت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کی تھی جیسا کہ امام احمد[8] کی روایت میں ہے جسے انہوں نے قتادۃ کے طریق سے نکالا ہے۔ کہا گیا[9]: حکیم بن حزام نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کی امامت کی، کہا گیا[10]: مسور بن مخرمہ[11] نے نماز جنازہ کی امامت کی تھی۔

---

[1] ابن سعد : الطبقات ۳/۷۸.

[2] جبير بن مطعم بن عدي ، صحابي ، عارف بالأنساب ، مات سنة ثمان أو تسع وخمسين هجرية. صحابی ہیں، انساب کے جاننے والے، ان کی وفات اٹھاون یا انسٹھ ہجری میں ہوئی [ابن حجر : ۱۳۸].

[3] حكيم بن حزام بن خويلد الأسدي . ابن أخي خديجة أم المؤمنين ، صحابي ، أسلم يوم الفتح وتوفي سنة أربع وخمسين أو بعدها. ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے، صحابی ہیں، فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا، چون ہجری یا اس کے بعد انتقال فرمایا۔ [ابن حجر : التقريب ١٧٦].

[4] اسمه عامر ، وقيل عبيد الله بن حذيفة بن غانم القرشي العدوي ، صحابي ، أسلم يوم الفتح وعاش إلى أيام عبداللہ بن الزبیر ان کا نام عامر اور کہا گیا کہ عبید اللہ بن حذیفہ بن غانم القرشی العدوی، صحابی ہیں، فتح مکہ کے روز اسلام لائے تھے اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ایام خلافت تک زندہ رہے.

[5] نيار بن مكرم الأسلمي ، صحابي ، عاش إلى أول خلافة معاوية. صحابی ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی عرصے تک زندہ رہے۔ [ابن حجر : التقريب ٥٦٧].

[6] أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) ١١/٢.

[7] ابن سعد : الطبقات ٧٨/٣ .

[8] أحمد بن حنبل : المسند (تحقيق أحمد شاكر) ٢ /١١.

[9] خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٧.

[10] خليفة بن خياط : التاريخ ١٧٧.

[11] المسور بن مخرمة بن نوفل الزهري . من صغار الصحابة ، ولد بمكة بعد الهجرة بعامين وبها توفي سنة ٦٤هـ. صغار صحابہ میں سے ہیں، ہجرت کے دو سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۶۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ [الذهبي : سير أعلام النبلاء ٣/٣٩٠].

[۴] روایت رقم (۲۶) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن سے متعلق وقت کا ذکر کرتی ہے کہ انہیں رات کے وقت دفن کیا گیا تھا۔

اس کی تصدیق ابن سعد اور الذہبی کی روایت سے ہوئی، جہاں انہوں نے ذکر کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان دفن کیا گیا تھا[1]۔

البتہ ایک روایت ہے جو اس روایت کے منافی ہے اور اسے طبرانی نے عبدالملک بن الماجشون کے طریق سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل ہوئے تو تین دن تک بنوفلاں کے گھورے پر پڑے رہے[2]۔

سابقہ روایات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس روایت کی سند میں ضعف اور اس کے متن میں نکارت ہے۔

یہ جو اس روایت کی سند ہے اس میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عبدالملک بن الماجشون ضعیف ہے اور امام مالک سے منکر روایات بیان کرتا ہے[3]۔

دوسری علت: یہ روایت مرسل ہے کیونکہ امام مالک نے مقتل عثمان رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا، کیونکہ وہ پیدا ہی ۹۳ھ میں ہوئے تھے[4]۔

اور اس روایت کا متن باطل ہے، تو اس سلسلے میں ابن حزم فرماتے ہیں:

''جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ تین دن تک گھورے پر پڑے رہے تو یہ محض جھوٹ ہے، موضوع اور بہتان ہے، یہ ان لوگوں کی پیداوار ہے جن کو حیا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بدر کے دن کفار قریش کے مقتولین کو کنویں میں ڈالنے کا حکم فرمایا تھا اور پھر ان کے اوپر مٹی ڈال دی تھی حالانکہ وہ اللہ کی بدترین مخلوق تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے مقتولین کے لیے خندق کھودنے کا حکم صادر فرمایا تھا اور وہ ان لوگوں میں بدترین لوگ تھے، جنہیں زمین میں دفن کیا گیا، مومن ہو یا کافر اس کو دفن کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ تو حیا مند انسان کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ (جو امام وقت تھے) اور مدینہ میں موجود صحابہ کی طرف منسوب کرے کہ انہوں نے ایک میت کو تین دن

---

[1] (ابن سعد : الطبقات ٧٨/٣ ، الذهبي : تاريخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين) ٤٨١).

[2] (الطبراني : المعجم الكبير ٧٨/١)

[3] (ابن حجر : التهذيب ٤٠٨/٦)

[4] (ابن حجر : التقريب ٦١٥).

تک گھورے پر پھینکے رکھا دفن نہیں کیا[۱]"۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کا مقام روایت رقم (۲۵) ذکر کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حش کوکب میں دفن کیا گیا تھا۔

اور اس خبر کی تائید وہ خبر کر رہی ہے جسے ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہتے ہیں: (جہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر کے محل وقوع کا تعلق ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ البقیع کے مشرق میں حش کوکب میں دفن ہوئے تھے)[۲]

(۲۴) امام طبري کی سیف بن عمر سے ذکر کردہ روایت رقم (۲۹) بیان کرتی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت قتل ہوئے اس وقت آپ کی عمر تہتر سال تھی۔

یہ نقطہ ابن عبدالبر کی تخریج کردہ روایت کے معارض ہے جسے انہوں نے واقدی کے طریق سے نکالا ہے وہاں کہتے ہیں (اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے آپ کی عمر بیاسی برس کی تھی)[۳]۔

اور امام ذہبی نے جزم کے ساتھ بیان کیا اور کہا: (وہ قتل ہوئے...... اُن کی عمر بیاسی سال تھی، اور یہی بات صحیح ہے)[۴]۔

الحمد للہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق کتاب کا پہلا حصہ مکمل ہو گیا ہے جلد ہی اس کی پی ڈی ایف ایک مکمل جلد کی صورت میں پیش کر دی جائے گی۔ اب دوسرے حصہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے لے کر جنگ جمل تک کے واقعات پر مشتمل ہے جلد شروع کیا جائے گا۔

---

[۱] (ابن حزم : الفصل ۲٤۰ ، ۳/۲۳۹).

[۲] (ابن كثير : البداية والنهاية ۷/۹۰۱)

[۳] (ابن عبد البر : الاستيعاب ۸/۵۰).

[۴] (الذهبي : تاريخ الإسلام (عهد الخلفاء الراشدين) ٤۸۱).